قرآن حکیم

ایک طالب ہدایت کی نظر میں

پروفیسر محمد اقبال جاوید

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں:

نام کتاب ...... قرآنِ حکیم، ایک طالبِ ہدایت کی نظر میں

مرتب ...... پروفیسر محمد اقبال جاوید

ناشر ...... سجاد انوویشنز، فرسٹ فلور دین پلازہ گوجرانوالا فون: ۰۵۵۔۳۸۵۹۶۹۰

اشاعت ...... اپریل ۲۰۱۴ء

تعداد ...... پانچ سو

قیمت ...... ۱۰۰ روپے

ملنے کا پتا

بابِ حرم حج / عمرہ سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۴۶۔سی، جناح سٹیڈیم کچہری روڈ گوجرانوالا فون: ۳۸۴۰۰۰۶ ، ۰۵۵۔۳۸۴۰۰۰۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورہ فاتحہ

لفظوں کے دریچوں سے کوئی جھانک رہا ہے

قرآنِ پاک کے بارے میں یہ جملے تہدیۂ نیاز کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ان میں کوئی جھول ہو تو اُسے میرے قلم کی خطا خیال کیا جائے اور اگر کوئی حُسن ہو تو اُسے حسن آفرین کی عطا سمجھا جائے کہ ؎

فن کار ہی عظمت ہے ہر اک گوشۂ فن کی
خورشید سے وابستہ ہے تخلیق کرن کی

مجھے اس امر کا احساس ہے کہ یہ ''نثر پارے'' نہ مربوط ہیں نہ مرتب ؎

لختے بُرد از من، گزرد ہر کہ ز پیشم
من قاش فروشِ دلِ صد پارۂ خویشم

(میں اپنا پارہ پارہ دل بیچ رہا ہوں، جو بھی روبرو آتا ہے مجھ سے کوئی نہ کوئی ٹکڑا لے جاتا ہے۔)

وقتاً فوقتاً لکھے گئے اِن جملوں میں کہیں کہیں لفظی اور معنوی تکرار......حالؔی کا یہ شعر بہ طور اعتذار ؎

نیا ہے لیجیے جب نام اُس کا
بہت وسعت ہے میری داستاں میں

بنیادی طور پر یہ تالیف فیض ہے قرآنِ حکیم کا اور حاصل ہے اخذ و استفادے کا۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید

تحسینِ حُسن

قرآن کریم ایک عظیم کتاب اوراس خالق ارض وسماء کا وہ کلام ہے جس کی عظمت کے سامنے نگاہیں جھکتی اور دل سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اس کی تلاوت کی توفیق اُنھیں ملتی ہے جن کی چشمِ ہائے تر کے پانی سے وضو کرنا فرشتوں کے لیے باعثِ فخر ہوتا ہے اس کی حکمت کی تفہیم کی دولت اُنھیں دیتے ہیں جن کے ساتھ ان کا ارادہ خیر کا ہوتا ہے۔

برادر مکرم پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اسلوبِ خاص سے نوازا ہے کہ ان کی تحریریں سوز وساز کا مرقع بن گئی ہیں بلکہ ان میں تاثیر وتذکیر کے سارے پہلو ایک خاص نسبت سے جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ قرآن کریم کی عظمت ورفعتِ شان کے بارے میں ان کے یہ قلم برداشتہ جملے سراسر ''الہامی'' اور ''انعامی'' معلوم ہوتے ہیں جو ان لوگوں کے قلم سے نکلتے ہیں جنھیں اللہ پاک اپنے قرب اور رحمت کے میکدۂ خاص سے ایک جرعہ پلا کر خدمتِ قرآن کے لیے جذب کر لیتے ہیں۔ پڑھیے اور سر دھنیے۔ پھر ان کی معنویت پر غور کیجیے اور دریائے حیرت میں غوطہ زن ہو جائیے کہ یہ جملے قرآن پاک کا نثر میں الہامی اور وجدانی قصیدہ ہیں جن کی تابش سے لوحِ ایمان ہمیشہ منور رہے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں سلامت باکرامت رکھے۔

جناب پروفیسر عطاء الرحمٰن عتیق
ایم۔اے (اردو)۔ایم۔اے (فارسی)، ایم۔او۔ایل۔بی ایڈ، فاضل عربی، فاضل فارسی
سابق صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج گوجرانوالا

تعوّذ

قرآن کریم کی کتابت تسمیہ سے شروع ہوتی ہے تعوذ سے نہیں کہ اللہ کے کلام کا آغاز، اللہ ہی کے باعظمت نام سے ہونا چاہیے۔ کلام بھی عظیم، نام بھی عظیم۔

قرآن کریم کی قرأت سے قبل قاری اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہے، اللہ، خالقِ کائنات کا ذاتی نام ہے اور اسی نام کی بدولت کائنات قائم ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت سے قبل تعوذ اس لیے ضروری ہے کہ شیطان، نفسِ انسانی سے گٹھ جوڑ کر کے، گمراہی کو نظر افروز اور دل آویز نہ بنا سکے۔

قرآن کریم کی تلاوت سے قبل تعوذ دفعِ مضرت کے لیے پڑھا جاتا ہے تاکہ منفعت کے ایوان کھل سکیں۔

قرآن کریم چاہتا ہے کہ انسانی نفس مغلوب اور دل غالب ہو، تعوذ سے نفس مرجھا جاتا ہے کہ یہ زہرِ شیطنت کے لیے تریاق ہے اور تسمیہ سے دل کا چمن لہلہا اٹھتا ہے کہ یہ بہار آفرین ہے۔

قرآن کریم کے آغاز میں، تعوذ، قاری کو اُس شیطان سے محفوظ رکھتا ہے جو دولتِ ایمان کو لوٹتا ہے شبہات سے اور حسنِ اعمال کو پامال کرتا ہے خواہشات سے۔

قرآن کریم کے آغاز میں تعوذ، اس لیے بھی ہے کہ شیطان برائیوں کو خوش نما انداز میں پیش کر کے ہمیں بہکا نہ سکے کہ بہکنا، بھٹکنے کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔

تسمیہ

قرآن کریم کے آغاز میں تعوذ کے بعد تسمیہ بھی پڑھا جاتا ہے، چونکہ اس دنیا میں ہر شر کے ساتھ خیر کا سلسلہ بھی ہے اس لیے تعوذ ہمیں سلسلۂ شر سے محفوظ اور تسمیہ سلسلۂ خیر سے منسلک کرتا ہے۔

قرآن کریم بندے کو اللہ سے ملاتا ہے، تعوذ سے بندہ شیطان کی شیطنت سے محفوظ اور قربِ الٰہی کی لذتوں سے محظوظ رہتا ہے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والا تسمیہ، عبارت ہے تین امور سے، ایک مُنعِم —— اللہ —— دوسرا مُنعَم —— بندہ، تیسرا انعام —— بے حد وحساب، بندے کے لیے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں رحمٰن، رحیم سے ایسے ہی مقدم ہے جیسے دنیا، آخرت سے —— رحمٰن —— عمومی دنیاوی رحمت سب کے لیے۔ رحیم —— خصوصی اُخروی رحمت مومنین کے لیے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں لفظ رحمٰن، اہلِ محبت کے لیے وجہِ نزہت، اہلِ شوق کے لیے وجہِ فرحت اور خطا کاروں کے لیے وجہِ رحمت ہے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں لفظ رحیم میں طغیانِ ناز ہے محبوبِ حقیقی کا، خصوصی نیاز مندوں کے لیے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں لفظ رحمٰن میں کثرتِ رحمت اور رحیم میں دوامِ رحمت ہے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں تین نام ہیں: اللہ، رحمٰن، رحیم—— پہلے دونوں اسماء کا اطلاق ذاتِ خداوندی کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں، ایک نام اللہ، جلالی ہے اور دو نام رحمٰن اور رحیم جمالی ہیں۔ گویا رحمت، غضب پر حاوی ہے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والا تسمیہ، اپنے اندر جملہ علوم قرآنی کی جامعیت سمیٹے ہوئے ہے۔ انفس و آفاق سے متعلق جملہ علوم، لفظ اللہ کے تحت، دنیاوی فیوض وفوائد، لفظ رحمٰن کے تحت اور اُخروی فوز وفلاح لفظ رحیم کے تحت۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں رحمٰن اور رحیم دونوں صفاتی نام، اللہ کے اسمِ اعظم کے اس قدر قریب ہیں جیسے آنکھ کی سیاہی اور سفیدی میں قربت ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں انیس (۱۹) حروف، دوزخ کے انیس (۱۹) فرشتوں کے مقابل سپر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کے آغاز میں آنے والے تسمیہ میں ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ روحِ عبادات ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت ہی کے آغاز میں نہیں، ہر کام کے آغاز میں تسمیہ، اسباب کے بجائے مالکِ اسباب پر قلبی اعتماد بحال رکھنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

سورہ فاتحہ

حمد و مناجات کا ایک سماوی ارمغاں

پروفیسر محمد اقبال جاوید

خالق کی صلاحیت کا اندازہ اس کی تخلیق سے لگایا جاتا ہے۔ صفات ہی ذات کا بہترین تعارف ہوا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات ہے اور کائنات کی ہر شے موزونیت کے اُس سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے جس کا دوسرا نام حسن ہے۔ یہ حسن نگاہوں سے لپٹ لپٹ جاتا ہے مگر خالقِ کائنات نظر نہیں آتا۔ اِس حسن کو دیکھ کر زبان سے بے ساختہ کلماتِ تحسین ابھرتے ہیں اور دیکھنے والی ہر آنکھ اور محسوس کرنے والا ہر دل اس احساس سے معمور و لبریز ہو جاتا ہے کہ ہر تخلیق اس درجۂ کمال پر فائز ہے کہ اُس میں نقص اور کمی کا شائبہ بھی نہیں ہے اور یہ حقیقت خود بہ خود نگاہوں کے راستے دل میں اتر جاتی ہے کہ اگر عرش و فرش اُسی کے اُجالوں اور صبح و شام اُسی کے حوالوں کا عکس ہے تو وہ خود کس قدر جمیل ہوگا۔

ہر تجلّی ہے اک نظامِ جمال
لاکھ عالم ہیں، ایک عالم کیا

سوچ کا یہی زاویہ اور فکر کا یہی انداز تحسین و ستائش کی بے ساختگی کو حمد بنا دیتا ہے اور ہولے ہولے تخلیق کا حسن دھندلا جاتا اور خالق کا جمال نمایاں تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اُس مفکر سے زیادہ کون ہو گا کم نظر
جو یہ کہتا ہے کہ دنیا کا خدا کوئی نہیں

حمد وثنا کے لیے انسان جب قلم اُٹھاتا اور زبان کھولتا ہے تو بہت کچھ کہنے کے باوجود کچھ بھی نہیں کہہ پاتا اور یہ تشنگی بھی تحسین کو حسین بناتی چلی جاتی ہے کہ انسان، زبان وبیان کا ہر پیرایہ اپنا کر بھی حقِ تحمید ادا نہیں کر سکتا اور بالآخر عجزِ بیان ہی کو بیان بنا کر پیش کر دیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں خامہ انگشت بدنداں اور ناطقہ سر بگریباں نظر آتا ہے اور سکوت تکلّمِ بلیغ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

سعدیؔ ثنائے تو نتواند بہ شرح گفت
خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

مناجات کا لفظی مفہوم ہے ''باہم راز کی بات کہنا'' اور مجازاً دعا والتجا، گویا خالقِ کائنات کو حاضر وناظر اور سمیع وبصیر جان کر یوں حرفِ مطلب زبان پر لانا جیسے آشنا، آشنا سے سرگوشی کر رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ نگاہِ ناز جسے آشنائے راز بنا لے گی وہ خوش قسمت بھی ہو گا اور خوش سلیقہ بھی۔ نتیجہ معلوم کہ وہ محبوب کی عظمتوں اور رحمتوں کے حضور میں جھک جھک کر اور بچھ بچھ کر، انتہائے عجز کے ساتھ دھڑکنوں کو زبان اور آنسوؤں کو بیان بنانے کی کوشش کرے گا۔ ایسے میں ظاہر ہے کہ لفظ ساتھ نہیں دے سکیں گے کہ

سینے میں وہ کچھ اور ہے لفظوں میں ہے کچھ اور
غم کے کئی انداز، بیاں میں نہیں ملتے

اسی کیفیت کا اصطلاحی نام مناجات ہے اور سورہ فاتحہ میں حمد کا اسلوب اور مناجات کا انداز، منتہائے کمال پر پہنچ کر ہم آہنگ ہو گیا ہے۔ پچیس الفاظ پر مشتمل یہ سات آیتیں وہ الوہی نغمہ، اور ربانی تحفہ ہیں جو اللہ کریم نے اپنے نبیِ کریم ﷺ کو عطا

فرمایا ہے۔ تحفے کی حیثیت اور نوعیت کا اندازہ اسی تصور سے ہو جاتا ہے کہ تحفہ دینے والا کون ہے اور کسے دیا جا رہا ہے؟ یہ سورت اگر ایک طرف شانِ کبریائی کو بلیغانہ انداز میں بیان کرتی ہے تو دوسری طرف انسانی التجاؤں کی پذیرائی کا یقین بھی ابھارتی ہے اور یوں نیاز و ناز کی کی ایک نظر افروز کہکشاں ابھرتی اور نکھرتی چلی جاتی ہے۔

دلِ پژ مردہ اک بے نام خوشبو سے مہک اٹھا
سجایا میں نے لرزیدہ لبوں پر نام جب تیرا

انتہائے بے چارگی میں، ہر دل کی پکار کا مخاطب ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی رہا ہے۔ ہاتھ اُسی کے حضور میں پھیلتے اور سر اسی کے سامنے جھکتے رہے ہیں اور سینے کی ہر ہُوک کو وہیں سے سکون و طمانیت ملتی رہی ہے کہ اُسی کا لطف و کرم، زندگی کے ہر مرحلے میں، شریکِ حال ہو کر، خواب کو تعبیر، ایجاد کو تکمیل، تصویر کو تزئین، نشو کو بلوغ، یاس کو آس، ظلمت کو نور اور کفر کو ایمان تک لے جاتا ہے۔ یہ اس کی خصوصی رحمت ہے کہ اس نے اولین انسان کی اولین لغزش کو معاف کرنے کے لیے اُسے خود ہی التجا کا پیرایہ بھی سمجھایا اور یہ اُسی کی عمومی شفقت ہے کہ اس نے اپنی آخری کتابِ ہدایت کے آغاز میں، سورہ فاتحہ کی شکل میں، حمد و مناجات کا ایک ایسا دل آویز نغمہ بھی اپنے بندوں کو عطا کر دیا جو اپنے اندر شانِ خداوندی کی ہر عطا اور مقامِ بندگی کی ہر طلب لیے ہوئے ہے۔ عطا کے اس اعجاز اور طلب کے اس ایجاز کے مقابل نہ دنیاوی ادب کا کوئی شاہ پارہ آ سکتا ہے اور نہ گزشتہ سماوی صحائف کا کوئی نمونہ، یہ خبر و نظر کا ایک دل نشین مرقع اور قبول و عرض کی ایک پُر کیف دھنک ہے چونکہ یہ آخری صحیفۂ آسمانی کے جملہ مفاہیم کی جامع ہے اس لیے اس کا اجمال، ہر تفصیل کو شرما رہا ہے۔ مضامینِ قرآن بنیادی طور پر پانچ امور کے گرد گھومتے ہیں۔

۱۔ نظریۂ توحید کہ دل کی انگشتری کا نگینہ بن جائے اور شرک و الحاد کی دھجیاں

فضائے عالم میں بکھر جائیں۔

۲۔ ایمان داروں کے لیے بشارتوں کے وعدے اور ہٹ دھرموں کے لیے نذارتوں کی وعید۔

۳۔ عبادات کہ دلوں کی تاریکیاں انوارِ توحید سے مستنیر ہو جائیں۔

۴۔ سعادتوں کا راستہ کہ جس پر چلنے سے منزل خود قدم لینے کے لیے بے قرار ہو۔

۵۔ ماننے والوں کے لیے اُخروی سرخروئی اور نہ ماننے والوں کے لیے رسوائی اور بے آبروئی۔

سورہ فاتحہ میں یہ پانچوں مقاصد اجمالاً موجود ہیں۔ یہی وہ سورت ہے جو سب سے پہلے مکمل شکل میں نازل ہوئی۔ یہ پورے قرآن کی ایک اجمالی تصویر ہے جس طرح ایک چھوٹا سا آئینہ، بڑے سے بڑے منظر کو سمیٹ کر دکھا دیتا ہے اسی طرح سورہ فاتحہ میں قرآن پاک کے عظیم مضامین کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے ــــــ اس عالمِ کون میں، خواہ عالمِ کون ایجاد ہو یا عالمِ تشریع (سنۃ الٰہیہ) قانونِ طبعی ہمیشہ یہ رہا ہے کہ جب وہ کسی شے کو عالمِ کون میں ظاہر کرنا چاہتا ہے تو سب سے پیشتر اُسے صورت اجمالی میں ظاہر کرتا ہے اس کے بعد بتدریج اسے تفصیل میں لاتا ہے ہدایاتِ الٰہیہ کی مثال عالمِ کون میں اشجار کی سی ہے۔ وہ عظیم الشان درخت جسے ہم عالمِ کون میں موجود دیکھتے ہیں وہ ظہور سے پہلے ایک گٹھلی کی صورت میں تھا اور یہ اس کی اجمالی موجودیت ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی تفصیلی موجودیت میں آتا ہے اور ایک عظیم الشان درخت کی ہیئت میں نمودار ہوتا ہے جو بڑی بڑی شاخیں، ڈالیاں، پھل، پھول، پتے پتیاں اپنے بغل میں رکھتا ہے۔ [۱]

اِس کائنات کی ہر عارضی نعمت اور اُس کائنات کی ہر مستقل سعادت اللہ ہی کی عطا ہے۔ اس لیے ہر تعریف اسی تک جاتی ہے۔ چونکہ اس کی قدرتِ کاملہ اپنی ہر تخلیق

کواس کے ہر مرحلے میں سنوارتی اور نکھارتی ہے۔ اس لیے حمد وثنا ہی نہیں، عبادت بھی اُسی کے لیے وقف رہے گی۔ لفظ ''اُسی'' دوئی کے ہر نقش کو مٹا رہا ہے۔ رحمٰن اور رحیم سے آغازِ سخن، دلیل ہے اس بات کی کہ مخلصین کے لیے انعام واکرام کا وعدہ سچا اور پکا ہے اور جزا کے دن کی ملکیت بتا رہی ہے کہ منکرین اس کے قہر وغضب سے بچ نہیں پائیں گے اور ہر ایک کو اپنے ایک ایک قول اور فعل کا حساب دینا ہوگا کہ بے حساب دینے والا، حساب لینے کا حق بھی محفوظ رکھتا ہے اور حساب کے دن ساری مخلوق اس کے جلال سے لرزاں اور اس کے جمال کی خواہاں ہوگی کیونکہ وہ ہر شے کا واحد مالک ہے اور اُس دن ملک بھی اُسی کا ہوگا۔

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خونِ جگر، ودیعتِ مژگانِ یار تھا

دنیا اور آخرت میں فوز وفلاح اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ راستے پر چلنے میں مضمر ہے گویا طریقِ مستقیم پر استقامت ہی سے عبادات میں رعنائی اور زیبائی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں یہ سکھایا ہے کہ انعام یافتگان کے راستے پر چلنے کی تمنا کرو جب کہ پورے قرآن میں اُس سعادت آفرین گروہ کے احوال وآثار بیان کر دیئے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ تھے اور آخر میں، اللہ تعالیٰ نے گمراہوں کی تقلید سے بچنے کی ہدایت کی کہ ذلت ونکبت اُنھی کا مقدر ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے غضب سے بچانا اور اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا ہے۔ روحانی برنائی اور جسمانی رعنائی کا اور کون سا پہلو ہے جس کا احاطہ یہ سورہ نہیں کر رہا۔ دنیاوی اور اُخروی فوز وفلاح کی وہ کون سی ضرورت ہے جو اس مختصر سورت میں موجود نہیں اور ہدایت وسعادت کا وہ کون سا نغمہ ہے جو آسمانی ساز کے ان تاروں میں بے چین وبے قرار نہیں ہے ـــــ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائی ہیں اور ان میں سے چار

کتابوں کو منتخب کیا اور بقیہ سو کتابوں کا علم ان چار کتابوں (توریت، انجیل، زبور، قرآن پاک) میں جمع کر دیا اور پھر ان چار میں سے ایک کو منتخب کیا اور باقی کتابوں کے علوم و برکات کو اس کتاب میں جمع کر دیا اور وہ کتاب قرآن ہے، سارے علوم و برکات اس قرآن کی مفصل سورتوں میں ہیں اور اللہ نے ان تمام سورتوں کے علوم و برکات کو سورہ فاتحہ میں جمع کر دیا تو جو شخص بھی سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے گویا اس نے تمام آسمانی کتابوں کی تلاوت کی۔ ۲

—— یہ سورہ فاتحہ حمد و ثنا بھی ہے، دعا بھی اور خیر و شر کی تاریخ سے آگاہی کے لیے ایک اجمالی جائزہ بھی ہے جو انسان کی فلاح دارین کے لیے ایک کامل اور مکمل ذریعہ ہے۔ ۳

آج حمد و ثنا اور التجا و مناجات کسی زبان اور کسی اسلوب میں ہو یا کسی رنگ اور کسی آہنگ سے ہو وہ مفہوم و مطالب کے اعتبار سے، شعوری یا لاشعوری طور پر، یہیں سے بال و پر لے رہی ہے۔ اس لحاظ سے سورہ فاتحہ اساسی حیثیت کی حامل ہے۔ یہ خود اپنے مقام پر قائم ہے اور پورا قرآن اسی ایک سے اٹھ اٹھ کے ملتا ہے۔ یہ افتتاحی نوعیت کا ایک بنیادی متن ہے اور پورا قرآن اس متن کی تشریح ہے، یہ سہلِ ممتنع کا اک ربانی اسلوب ہے اور سلاست کے سانچے میں ڈھلا ہوا ایک ایسا دعائیہ پیرایہ ہے کہ اِس کے ذریعے ایک ادنیٰ انسان، ایک عظیم ترین ذات کو بغیر کسی درمیانی واسطے کے، براہِ راست پکارتا ہے اور یہ پکار سنی بھی جاتی، مانی بھی اور آخرت کے لیے ایک قابلِ قدر ذخیرہ بھی بنائی جاتی ہے۔ دعا ایک سوال ہے اور ضروری نہیں کہ ماننے والا اسے مانے، بسا اوقات مانگنے والا اپنی محدود طلب کے مطابق مانگتا ہے جب کہ دینے والا اپنے ظرف کے مطابق دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

وسعتِ دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے

بڑے نصیب کی بات ہے اگر چاہنے والا اپنی چاہت کو دینے والے کی چاہت کے تابع کر لے تو عطا کرنے والا یوں عطا کرتا ہے کہ مانگنے والے کی چاہت ضمنی سی ہو کر رہ جاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ رحمت کی وسعتیں بے کراں اور فضل کے سلسلے غیر مختتم ہیں۔

ہر لحظہ نیا طور، نئی برقِ تجلّی

بات ذوق اور ظرف کی ہے۔ بعض شراروں کی چشمک پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور بعض طور کے جلووں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

جلوہ گاہِ ناز سے بھی تشنہ کام آئے ہیں لوگ
جانے امیدیں زیادہ تھیں کہ جلوے کم رہے

یہی وجہ ہے کہ یہ سورہ ایک عامی اور عاصی کی ضرورتوں کے لیے بھی مکتفی ہے اور پوری اُمت کی فلاح وصلاح چاہنے والی عظیم وجلیل شخصیت (ﷺ) کی وسیع و رفیع چاہتوں کی تسکین کا سامان بھی اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ اسی لیے یہ بشر سے لے کر خیر البشر (ﷺ) تک سب کی لسانی پکار ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر دل کی دھڑکن الگ الگ اور ہر نگاہ کی تمنا جدا جدا ہے، مگر یہ سورہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے ہر دل کا ترجمان ہے۔ یہ ایک جامع دعا ہے اور باقی سارا قرآن ''جوابِ دعا'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نماز کا ایک جز ولاینفک ہے اور نماز ذکر وشکر، حمد وثنا، التجا وطلب اور خضوع و خشوع کا سب سے بڑا مظہر۔ انسائیکلو پیڈیا بری ٹینکا کے مطابق

''سورہ فاتحہ حمد باری ہے۔ یہ زبردست مناجات ہے سلیس اتنی کہ مزید تشریح سے بے نیاز مگر اس پر بھی معنویت سے لبریز۔''

ہر حمد میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سر بہ سجود ہونے کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ اپنے عجز وانکسار کا اقرار بھی، اس کے کرم کی طلب بھی اور اس کی قدرت اور اختیار کا اعتراف بھی اور یہ سورہ اپنے اندر ربوبیت، رحمت اور مالکیت کا واضح اعلان لیے

ہوئے ہے۔ ان تین لفظوں پر جتنا غور کیا جائے، خوف و رجا کی جملہ کیفیتیں، ایمان وایقان کے سانچے میں ڈھلتی، سمٹتی اور نکھرتی محسوس ہوتی ہیں۔ یہ تین لفظ، علم وعرفان کے ایوان سجاتے اور ذہن وفکر کی گرہیں کھولتے چلے جاتے ہیں۔ ربوبیت میں ہر ابتدا کی انتہا جلوہ گر ہے۔ رحمت میں لطف ومحبت کی واضح جھلک ہے اور مالکیت میں جزا و سزا کا ہر اختیار پوشیدہ ہے۔ خوف و رجا کے اس حسین امتزاج سے، انسان نہ بے مہار ہوتا ہے اور نہ مایوس۔ یوں اس سورہ کا اسلوب، ایک معجز نما ایجاز کا حامل ہے۔ اختصار، تاثر سے ہم آہنگ ہے جب کہ ستائش کا حسن، رحمت کی فراوانی اور طلب کا سوز، حرف حرف لو دے رہا ہے۔ اسے دہراتے ہوئے، انسان اپنی ذات میں کائنات لے کر چلتا ہے۔ اس کے بے ساختہ پن کے روبرو، بیان و بدیع کی جملہ دل پذیریاں غیر مؤثر ہو کر رہ گئی ہیں۔ اس میں کیفیت کا ایک حسین تناسب موجود ہے۔ اس میں باطل عقیدوں کی تردید بھی ہے اور حسنِ اعمال کی تعلیم بھی۔ اس کے فیض سے شکوک کی دھند چھٹتی اور یقین کی چاندنی پھیلتی ہے۔ اس سورہ میں دعا کے اغراضِ ثلاثہ اجمالاً مذکور ہیں تحمید وتمجید کے ساتھ بھلائیوں کی آرزو اور برائیوں سے اجتناب۔

مغضوبین اور ضالین کے سائے سے بچنے کی تمنا بتاتی ہے کہ اللہ والوں ہی کے نقوشِ پا منزل نشاں ہیں۔ منکروں اور نافرمانوں کے طور طریقے اپنانا دراصل ان کی تقلید کرنا ہے اور یہ حقیقت واضح ہے کہ انسان طرزِ زندگی میں جسے اپنے لیے نمونہ قرار دے لے، وہی اس پر مسلط ہو جایا کرتا ہے۔ گویا یہود و نصاریٰ کی فکری، تہذیبی اور معاشرتی پیروی سے انسان اپنے آپ کو انعام یافتگان کے زمرے سے خود ہی نکال لیتا ہے اور یوں بہکنا اور بھٹکنا اس کا مقدر ہو جاتا ہے۔ اُن کو اپنا دوست بنا لینا جنھوں نے انبیاء کے مقدس گروہ کو جھٹلایا بھی اور خاک وخون میں تڑپایا بھی، شقاوت کو اپنانے اور سعادت کو ٹھکرانے کے مترادف ہے اور یہی دورِ حاضر کا المیہ ہے کہ ہم نام نہاد

مسلمان، دن میں کئی بار اس سورہ کو پڑھتے اور دہراتے ہیں مگر عملاً ہماری زندگی، یہود و نصاریٰ کی تقلید میں بدمست ہو کر، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی نفی کرتی چلی جاتی ہے۔ اقبالؔ انھی دو بیماریوں کو لے کر ''مولائے یثرب'' (ﷺ) کے حضور میں حاضر ہوا تھا۔

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے زنّاری

اس سورہ کا اسلوب حمدیہ اور دعائیہ ہے لیکن اندازِ کلام تبلیغ و تلقین کا نہیں کہ یوں دعا کرو، بلکہ اصل دعا ہی انتہائی بے ساختگی کے ساتھ ہماری زبان پر جاری و ساری کر دی گئی ہے جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ — اگر ہماری فطرت سلیم ہے تو ہماری زبان سے ہمارے دل کا ترانۂ حمد یوں ابھرنا چاہیے، چونکہ یہ تعبیر اسی خدا کی بخشی ہوئی ہے جو ہماری فطرت بنانے والا ہے۔ اس وجہ سے اس سے زیادہ سچی تعبیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہر سلیم الفطرت انسان اس کو اپنے دل کی آواز سمجھتا ہے۔ صرف وہی لوگ اس سے بیگانگی محسوس کرتے ہیں جنھوں نے اپنی فطرت بگاڑ لی ہے۔ ۴ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس سورہ کی دل نشینی کو سمجھانے کے لیے غالب کا یہ شعر استعمال کیا ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اور اس کی تاثیر کے بارے وہ خود یوں تبصرہ کرتے ہیں ''اس سورت کے لیے دعا کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے، کیونکہ اگر تعلیم و امر کا پیرایہ اختیار کیا جاتا تو اس کی نوعیت کی ساری تاثیر جاتی رہتی۔ دعائیہ اسلوب ہمیں بتاتا ہے کہ ہر راست باز انسان کی جو خدا پرستی کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے، صدائے حال کیا ہوتی ہے اور کیا ہونی چاہیے؟ یہ گویا خدا پرستی کے فکر و وجدان کا سرجوش ہے جو ایک طالب صادق کی زبان پر بے

اختیار ابل پڑتا ہے۔ ۵

چونکہ مفاہیم کے اعتبار سے یہ سورہ تعلیماتِ قرآنی کی جملہ تفاصیل کا عطر ہے اس لیے اسے بار بار دہرایا جاتا ہے اور یہ دہرایا جانا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہی حیاتِ انسانی کا مقصودِ حقیقی ہے اور اس کے بغیر ہر عقیدہ خام، ہر ارادہ نامکمل اور ہر خاکہ بے رنگ ہے۔ ''یہ انسان کی دینی زندگی کا دستور العمل، خدا پرستی کے عقائد کا خلاصہ اور روحانی تصورات کا نصب العین ہے۔'' اس سے شرک کی جڑ کٹتی، اللہ تعالیٰ کی یکتائی پختہ تر ہوتی، اعمال کے حسن و قبح کا احساس ابھرتا اور فوز و فلاح کا راستہ متعین ہوتا ہے، چونکہ یہ دعا ہر ایک کے لیے ہے اس لیے معنوی بلاغتوں کے باوجود بہ ظاہر سادہ و سلیس ہے۔ اس میں نہ کوئی لفظی ابہام ہے اور نہ کوئی فکری ابہام، ہر بات روشن، ہر اقتضا واضح اور ہر مقصد عیاں ہے۔ یہ حقیقتوں کا آئینہ ہے اور حق بات کو سمجھنے کے لیے کسی ذہنی تردد کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ خوشبو کی طرح دل میں اتر جایا کرتی ہے، اس میں سادگی کا حسن ہے۔ اس لیے یہ بہر نوع دل آویز ہے اگر تصنع کا غازہ ہوتا تو محض نظر فریب ہو کر اپنا حقیقی تاثر کھو بیٹھتی۔ ہر لفظ، ظاہری اور معنوی اعتبار سے، اپنے اپنے مقام پر نگینہ ہے کہ اس کی جگہ کوئی اور لفظ آ ہی نہیں سکتا۔ ہر حقیقت، مشاہدے سے ثابت، ہر طلب ایک فطری داعیہ اور ہر بول، بندے اور خدا کے ایک خاص تعلق کا آئینہ دار، یہی وجہ ہے کہ اس سے یوں عقیدہ سنورتا، جذبہ نکھرتا اور روحانی نشو و نما کو بال و پر ملتے ہیں کہ انسان زمین پر نالہ کناں ہوتا ہے اور اس کی فریادوں کا جواب عرش سے آتا ہے اور محبوبِ حقیقی کا لطف و کرم سے لبریز جواب، دل کو یوں سکون و طمانیت عطا کرتا ہے جیسے شاخِ گل میں بادِ سحر گاہی کا نم سما جاتا ہے

وہ تمام ایک جلوہ، میں تمام ایک سجدہ
مری بندگی میں حائل نہ جبیں نہ آستانہ

یہی وہ تعلق ہے جس سے بندہ اپنے مولا سے ''نازِ کبریائی'' سیکھ لیتا ہے۔ایک سجدہ، اُسے ہزار سجدے سے نجات عطا کر دیتا ہے وہ ایام کا راکب بن کر، خود کو خلافتِ ارضی کا اہل بنالیتا ہے۔ کہ دنیا بہر کیف ادنیٰ ہے، خالقِ کائنات اعلیٰ اور بندہ اشرف المخلوقات، اس لیے وہ ادنیٰ کے حضور میں نہیں بلکہ اعلیٰ کے سامنے جھکتا ہے اور پوری کائنات اس کی مطیع و منقاد بن جاتی ہے

اک جنبشِ نگاہ کی ہے منتظر بہار
پلکیں اٹھا کے، موسمِ گل کو صدا بھی دے

اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے۔ وہ رب العالمین ہے اور حضور ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں وہ جملہ انسانیت کے لیے پیغامِ ہدایت لے کر آئے تھے۔ ''نعبد اور نستعین'' کے صیغے خود بولتے ہیں کہ خواہ اقرارِ عبودیت ہو، یا اظہارِ عبادت، طلب و استعانت ہو یا تمنائے راحت، راستے کی طلب ہو یا منزل کی آرزو، بات فردِ واحد کی نہیں، پوری جماعت کی ہے۔ جملہ نوعِ انسانی کی ہے جس کا وہ رب ہے۔ لازم ہے کہ پوری انسانیت اس کے حضور میں سجدہ ریز ہو۔ یہی خمیدگی، اس انگارۂ خاکی کو بال و پرِ روح الامیں عطا کرتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہی وہ سورہ ہے جس نے تاریخِ انسانی کا رُخ موڑا اور فکر و نظر کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کیا ہے۔

سورہ فاتحہ نے بندے کو مالک کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرنے کا ڈھب سکھایا ہے۔ ابتدا کو انتہا تک لے جانے کا خوبصورت اسلوب دیا ہے کہ ابتدائے کلام، انھی الفاظ سے کرو، جن سے آغاز کو حسنِ اختتام کا تیقن ملتا ہے پھر ثنا کا وہ انداز ہے جو ایک ہمہ مقتدر ہستی ہی کے لیے ہوسکتا ہے، پھر دعا ہے اس یقین کے ساتھ کہ وہی ذات ارادوں، جذبوں اور قدموں کو استقامت عطا کرتی ہے۔

جہاں تک انعام یافتگان کے نقوشِ پا سے چاندنی سمیٹنے کا تعلق ہے۔ ایک انداز

سے دیکھا جائے تو اس حسنِ طلب کی ساری نکہتیں، اُس ایک وجودِ ذی جود (ﷺ) کی عقیدت واطاعت سے نصیب ہو جاتی ہیں، جو نگاہِ عشق ومستی میں اول بھی ہے اور آخر بھی اور جس کی ذاتِ اقدس، عبدیت کے نیاز اور عبودیت کے ناز کا بہترین نمونہ ہے، حق یہ ہے کہ سو (۱۰۰) کے عدد میں ننانوے خود بخود سمٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے، اس کی رحمت ہر ایک کے لیے وقف ہے۔ اس کا پاک نبی ﷺ عالمین کے لیے رحمت ہے، اللہ معطی ہے اور اللہ کا نبی قاسم ہے

وہ قاسمِ نعمت ہیں جو مانگو گے ملے گا
ہوتے ہیں خزانے وہیں تقسیم خدا کے

یاد رہے کہ انعام یافتگان سے مراد، سابقہ امم کے انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں اور اب حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات میں یہ مقاماتِ جلیلہ اپنے کمال پر پہنچ کر یک جا ہو گئے ہیں۔ اس لیے مولا کریم نے انھی کی پیروی کو پوری انسانیت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔

شاید اسی کا نام ہے توہینِ جستجو
منزل کی ہو تلاش ترے نقشِ پا کے بعد

بنابریں ــــــ ضروری ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں حضور رسالت مآب ﷺ کی زندگی کو سامنے رکھا جائے کیونکہ آپ ﷺ ہر لحاظ سے حسن وجمال کا پیکر ہیں۔ تقویٰ و پاکیزگی کا مظہر ہیں۔ وہ تمام پیغمبرانہ صفات جو چہرۂ نبوت کا غازہ ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے رُخِ زیبا میں ہر نوع کے چاہنے والوں کے لیے تسکین نظر کا وافر سامان مہیا ہے۔

آپ ﷺ خلاصۂ انسانیت ہیں، آپ ﷺ کی کوئی حرکت غیر جمیل نہیں۔ آپ ﷺ سیرت وعمل کا بہترین نمونہ ہیں اور جسم وقالب سے لے کر روح کی گہرائیوں

تک آپ ﷺ حسن ہی حسن ہیں۔ آپ گزشتہ قوموں کے حالات پڑھیں اور ان کے قائدین اور حکماء وانبیاء کو دیکھیں اور ان میں حسن جس مقدار میں جہاں جہاں موجود ہے اس کو نگاہ میں رکھیں اور پھر اس کا مقابلہ کریں جمالِ حبیب ﷺ سے، آفتابِ نبوت سے، آپ یقیناً اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ۶

سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے لیے بھی عام ہے جو اُسے نہیں مانتے۔ بندے، اپنے مالک کو بھول رہے ہیں مگر مالک انہیں نہیں بھول رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سب کو اساسی نعمتوں سے یوں نوازتا ہے جیسے بارش، گلزار اور خارزار دونوں کو سیراب کرتی ہے۔ یہ الگ بات کہ گلزار میں لالہ وگل مہکتے ہیں اور خارزار میں کانٹے، مسافروں کے تلووں کے آبلوں کا انتظار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ساتھ ہی رحیم بھی ہیں اور رحیمیت، ناخوش رہتی ہے، اپنے ماننے والوں سے، اگر وہ اس کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے اور اس ایک دروازے کو چھوڑ کر در بدر رسوا ہوتے ہیں۔ المیہ یہ کہ منعم اور معطی خود ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے مگر ہم کان رکھنے کے باوجود سن نہیں رہے۔ چونکہ اللہ پالنے والا بھی ہے۔ اس لیے اس کی یہ ربوبیت اس امر کی دلیل ہے کہ وہی قدیم ہے، باقی سب حادث ہیں وہی لافانی ہے، باقی سب فانی ہیں، وہ ماں باپ سے کہیں زیادہ شفیق ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ محبت وشفقت میں اپنے گستاخوں اور منکروں کو بھی نظر انداز نہیں کرتا جب کہ والدین کی شفقت بسا اوقات سعادت مند اولاد ہی کے لیے وقف ہوتی ہے وہ جو عطا کرتا ہے بغیر اجر کے عطا کرتا ہے، لطف وکرم کے اس واحد ماخذ کا بلا بدل اور بے اجر ہونا، تثلیث اور کفارے کے عقیدے کی تردید ہے۔

بے طلب جو ملا، ملا مجھ کو
بے غرض جو دیا، دیا تو نے
داغؔ کو کون دینے والا تھا
جو دیا اے خدا، دیا تو نے

احادیث میں، سورہ فاتحہ کو، اس کی مختلف خصوصیات کی بنا پر کئی صفاتی ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہ اسماء اُس زبانِ مبارک سے نکلے ہیں جو کھلتی ہی سچائیوں کے لیے تھی اور جس سے نکلنے والا ہر لفظ رضائے الٰہی کے تابع تھا، اس لیے یہ تمام نام من جانب اللہ ہیں۔ چند ایک یوں ہیں۔

- یہ الفاتحہ ہے کہ اس سے حکمت و دانش کے ایوان کھلتے اور رحمت و رافت کے داعیے پھلتے، پھولتے اور پھیلتے ہیں۔
- یہ فاتحۃ الکتاب ہے کہ آخری الوہی ضابطۂ حیات کا حرف آغاز ہے اور اس کی حیثیت افتتاحیہ کی سی ہے۔
- یہ کنز ہے کہ اس میں ذات و کائنات کے اسرارِ سر بستہ سمٹے ہوئے ہیں۔
- یہ ام القرآن ہے کہ جملہ معارفِ قرآنی کا افشردہ وعصارہ ہے۔
- یہ السبع المثانی ہے کہ اس کی ساتوں آیتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں۔
- یہ الشفا ہے کہ اس میں روحانی اور جسمانی عوارض کا علاج موجود ہے۔
- یہ کافیہ ہے کہ اس میں عرفان و آگہی کا گنجِ گراں مایہ ہے۔ یہ تمام دوسری سورتوں کا بدل ہے، مگر دوسری کوئی سورت اس کا بدل نہیں ہے اور یوں یہ ہر نوع سے کفایت کرنے والی ہے۔
- یہ الحمد ہے، کہ اس کا آغاز اس ذاتِ بلند و برتر کی حمد سے ہوتا ہے۔ جس کا لطف و کرم اور قہر و غضب ہمہ گیر ہے۔

- یہ الصلوٰۃ ہے کہ اس کے بغیر نماز تکمیل کو نہیں پہنچتی۔
- یہ الدعا ہے کہ طلب اور چاہت کی ہر حیثیت کا احاطہ کر رہی ہے۔
- یہ المناجاۃ ہے کہ تڑپتے ہوئے دل کی ہر دھڑکن کی ترجمان ہے۔
- یہ النور ہے کہ اس کے فیض سے، ظلمتیں، نور کا لباس پہن لیتی ہیں۔
- یہ السوال ہے کہ بندے کو دینے والے کی بارگاہ میں گڑگڑانے، ہاتھ پھیلانے اور دل جھکانے کا ڈھب سکھاتی ہے۔
- یہ اساس القرآن ہے کہ اس کے بغیر قرآن کے معارفِ عالیہ کی پوری عمارت بے اساس ہے۔
- یہ الشکر ہے کہ منعمِ حقیقی کی عنایات کا شکر ادا کیا جائے تو بخشش کا جذبہ اور مچلتا ہے۔

الغرض یہ سورت اللہ اور بندے میں نصف نصف ہے۔ نصف میں محامدِ ربانی کا احاطہ کیا گیا ہے اور نصف میں صراطِ مستقیم کی تمنا اور افراط و تفریط سے بچنے کی التجا ہے۔ تا کہ انسان ربانی نعمتوں کا وارث بن کر اپنے حقیقی کمال کو پہنچ جائے۔ لوگ دنیاوی آسودگی اور اُخروی سرخروئی کے لیے مختلف اورادو وظائف کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ سورہ فاتحہ وہ وظیفہ ہے جسے خود خدا نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔ جو بہر کیف مقبول و منظور ہے۔ یہ افضل الدعا ہے اور اُسے بطور وظیفہ اختیار کر لیا جائے تو ہر بگڑی بن سکتی۔ ہر بنی سنور سکتی ہے اور ہر سنوری ہوئی بات نکھر سکتی ہے اور ـــــ سب سے زیادہ خوش قسمت انسان شاید وہ ہے جو بے نیازِ آرزو ہو، جس کی اپنی آرزو، منشائے ایزدی کے تابع ہو۔ [۶]

باصرِ ماضی، حال و مستقبل
سامعِ حرفِ بے نوا ہے تو

میں نے تجھ کو تجھی سے مانگا ہے
میرا بس حرفِ مدعا ہے تو
ہے مرا تو ہی قبلۂ تحمید
میرا ہر مطلعِ ثنا ہے تو

O

مراجع

۱۔ علامہ محمد عبدہٗ مفتیٔ اعظم مصر (تفسیر سورہ فاتحہ)

۲۔ تفسیر ابولفتوح رازی جلد اول (احسن الحدیث۔طالب جوہری)

۳۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (مطالب القرآن)

۴۔ مولانا امین احسن اصلاحی (تدبر قرآن)

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد (ترجمان القرآن)

۶۔ مولانا محمد حنیف ندوی (تفسیر سراج البیان)

۷۔ جناب واصف علی واصف (دل دریا سمندر)

دیتا ہے رنگ و بُو کا خریطہ، صبا کو تُو
مولا! عجب نہ ہو گا، نوازے گدا کو تُو

O

قرآن کریم نور ہے اور لفظ موجِ نور کو زنجیر نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم معجزہ ہے اور معجزے کے مقابل شعبدے بکھر جایا کرتے ہیں۔

قرآن کریم نجم وثریا کی بانگِ رحیل ہے...... ہر اک افق پہ اسی کا دوام روشن ہے۔

قرآن کریم کوثر کا دھارا اور جنت کا پھول ہے۔

قرآن کریم حوروں کا نغمہ اور فرشتوں کا ساز ہے۔

قرآن کریم فطرت کے بے تاب سینے کی ہُوک ہے اور علیل انسانیت کے لیے مژدۂ شفا۔

قرآن کریم کا مقصود یہ ہے کہ ہم قبلتاً مکی اور قلباً مدنی بن جائیں۔

قرآن کریم نور ہے اور نور راستہ دکھاتا اور اتباع کا طلب گار ہوتا ہے......انوار کے دریا ہیں کہ لفظوں میں رواں ہیں۔

قرآن کریم انسان کو لساناً ذاکر، قلباً شاکر اور جسماً صابر بنا دیتا ہے۔

قرآن کریم کے نور سے بصارت جاگتی اور بصیرت نکھرتی ہے......حرف اک اک ہے منور، لفظ اک اک روشنی۔

قرآن کریم کے روبرو، انسانی زبان و بیان کی جملہ رعنائیاں، دانش و بینش کی جملہ صلاحیتیں، فصاحت و بلاغت کی جملہ نیرنگیاں اور شعر و ادب کی جملہ رنگینیاں، خاک بہ سر ہیں۔

قرآن کریم بصیرت عطا کرتا ہے اور بصیرت سے خیر و شر اور نیک و بد متمیّز ہو جاتے ہیں۔
قرآن کریم کا اسلوب، پتھروں کو گداز کرتا، اس کا لہجہ، خوشبو بن کر دل میں اترتا، اس کا تکلّم، ترنم کی جان اور اس کی ہر بات، حاصلِ گفتار ہے۔
قرآن کریم سے علم و آگہی کے غنچے کِھلتے اور فکر و نظر کے ایوان کُھلتے ہیں کہ یہ رموزِ کائنات کا عقدہ کشا ہے۔
قرآن کریم ایک کِھلا ہوا پھول اور کُھلا ہوا نافہ ہے۔
قرآن کریم کی قرأت سے کائنات کا ہر گوشہ تا ابد گونجتا رہے گا، لفظ ''قرآن'' خود اس امر کی دلیل ہے۔
قرآن کریم انسان کو وہ عہد یاد دلاتا ہے جو اس نے الست والی تاریک رات کو خالقِ ارواح سے کیا تھا۔
قرآن کریم جملہ آسمانی کتابوں کی صداقتوں کا مصدق ہے اور...... ہر صحیفہ مدعی ہے، مدعا قرآن ہے۔
قرآن کریم عقیدتوں کے جواہر ریزوں اور عقیدوں کے شہ پاروں کا مخزن ہے۔
قرآن کریم جملہ روحانی عظمتوں کا امین ہے اور ...... خدائے لم یزل کا ہے پیامِ آخری۔
قرآن کریم ایک عقلی معجزہ ہے جسے دیکھنے کے لیے چشمِ بصیرت مطلوب ہے۔
قرآن کریم میں حقیقتیں، حکایتوں کے پیرہن میں درسِ عبرت اور بشارتیں، نذارتوں کے جلو میں رواں دواں ہیں۔
قرآن کریم میں اسلوب کے تنوع اور خیال کے توسّع کا ایک دل آویز امتزاج ہے۔
قرآن کریم میں آس، یاس کی ظلمتوں میں لَو دیتی ہے ؎

پوچھو تو اُس حسینِ فلک بارگاہ سے
کیا ہر ستارہ اہلِ طلب کی جبیں نہیں

قرآن کریم شک کو یقین، کفر کو ایمان، تاریکی کو روشنی، اختلاف کو اتفاق، تخریب کو تہذیب اور بصارت کو بصیرت میں بدل دیتا ہے۔

قرآن کریم کی ہر بات اٹل، ہر حکم محکم اور ہر فیصلہ قابلِ اتباع ہے اور...... تعظیم اس کی اصل میں عظمت خدا کی ہے۔

قرآن کریم سے عملی تعلق ہو تو فوز و فلاح ہم رکاب، تعلق کمزور ہو جائے تو تاریخ ساز، تاریخ کے چوراہے میں تماشا۔

قرآن کریم ایک ازل انوار اور ابد آثار اعجاز ہے......
دائم یہ معجزہ ہے رسالت مآب ﷺ کا۔

قرآن کریم کی علمی، فکری اور عرفانی رعنائی، مرورِ ایام پر خندہ زن ہے...... شُستہ، گداز، ارفع و اعلیٰ، شگفتہ تر۔

قرآن کریم ایک انقلابی دستاویز، ایک سماوی صحیفہ، ایک فکری خارقہ۔

قرآن کریم کی سچائی ہر لحظہ نئی شان سے جلوہ گر ہے...... اس سے روشن ذہن و دل کے ماہتاب و آفتاب۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام، جملہ سماوی ہدایتوں کا نچوڑ اور اسوۂ رسول ﷺ جملہ انبیاء کے محاسن کا دل آویز مرقع ہے۔

قرآن کریم کی ہر بات سچی اور پکی ہے...... اسرار کے قلزم ہیں ہر اک لفظ کے اندر۔

قرآن کریم ہدایت، انسانوں پر ٹھونستا نہیں بلکہ غور و تدبر کے ذریعے شک کو یقین اور یقین کو ایمان بنا دیتا ہے...... یقیں پیدا کر اے غافل، کہ مغلوبِ گماں تُو ہے۔

قرآن کریم حیات و موت کے اسرار و رموز کی ایک دل نشین تفسیر ہے۔

قرآن کریم کو کھلے دل و دماغ سے سنا جائے تو سینے، معرفت کے خزینے بن جاتے ہیں۔

قرآن کریم عظمتوں اور فضیلتوں کو، بیّن دلیلوں اور واضح مثالوں سے، بار بار دہرا کر، ذہن نشین کرانے کی ایک الوہی کوشش ہے۔

قرآن کریم ایک روشن دلیل ہے جسے کسی وکیل کی ضرورت نہیں۔ اسے تسلیم نہ کرنا ثبوت ہے اس امر کا کہ ناظر کی نظر ناقص ہے۔

قرآن کریم کا ایک ایک لفظ، صدہا صداقتوں کا صدف اور اس کے اوراق بے خزاں بہاروں کے امین ہیں۔

قرآن کریم کی تفہیم اور دین کی سمجھ، اللہ تعالیٰ کی خصوصی عطا ہے اور...... وہ شمع کب بجھے جسے روشن خدا کرے۔

قرآن کریم عبرتوں کی داستان بھی ہے اور نصیحتوں کا مرقع بھی۔

قرآن کریم دنیاوی رعنائی اور اُخروی سرخ روئی کا ایک ربانی منشور ہے۔

قرآن کریم کی ہر بات، ہر زمانے کے لیے حرفِ آخر اور قولِ فیصل ہے۔

قرآن کریم دلوں میں خدا کا خوف ابھار کر انھیں دنیا کے ہر خوف سے بے خوف بنا دیتا ہے۔

قرآن کریم ذہن وفکر اور قلب ونظر کی جملہ بیماریوں کے لیے وجہِ شفا ہے۔

قرآن کریم میں ہر ذوق اور ہر فکر کے لوگوں کے لیے رشد وہدایت کا سامان موجود ہے۔

قرآن کریم ہر دور کے ہر انسان کی ہر ضرورت کے لیے کافی وشافی ہے۔

قرآن کریم پر غور وتدبر سے آسمانِ فکر ودانش پر نئے سورج نکلتے اور نئی صبحیں نکھرتی ہیں۔

قرآن کریم کی علمی اور فکری جامعیت ہر اعتبار سے بے مثال، اس کا اندازِ رشد وہدایت ہر لحاظ سے دل نواز اور اس کا رنگِ فصاحت و بلاغت ہر نوع سے روح پرور ہے۔

قرآن کریم دعا کی عظمتوں اور ذکر کی رفعتوں کا حامل ہے اور اس کے متعلقین انھی فضیلتوں سے بہرہ ور۔

قرآن کریم کا قاری اس لیے بہترین ہے کہ وہ بہترین کتاب پڑھ رہا اور بہترین کلام سیکھ رہا ہے۔

قرآن کریم منبعِ نور ہے۔ مسلمان اس سے کٹ گئے تو ان کے راستوں میں ظلمتوں کے سانپ بل کھانے لگے ؎

چراغاں ہے ظلمت کدوں کا مداوا
نظر کو نکھارو، دلوں کو جلاؤ

قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل سے سیرت و کردار میں حسن و خیر کے پھول مہکتے، قلب و نظر میں عرفان و آگہی کے چاند چمکتے اور ذہن و فکر میں یقین و ایمان کے ستارے دمکتے ہیں۔

قرآن کریم قول و فعل میں توازن اور مطابقت کا طلب گار ہے اور اُخروی کامیابی اسی مطابقت کے گرد گھومتی ہے۔

قرآن کریم فصاحت و بلاغت کا نقطۂ عروج، وقت کے ہر فصیح و بلیغ کے لیے ایک چیلنج۔

قرآن کریم کی تلاوت میں تفکر اور تذکر کا ایک حسین امتزاج مقصود ہے۔

قرآن کریم کے نزول ہی سے ہمارے لیے دینی اور دنیاوی نعمتوں کی تکمیل ہوئی۔

قرآن کریم نور بھی ہے اور برہان بھی، فرقان بھی ہے اور نصیحت بھی۔ ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی۔ بشارت بھی ہے اور نذارت بھی۔

قرآن کریم کا مدعا و مقصود یہ ہے کہ وہ انسان جو روتا ہوا آیا ہے وہ ہنستا ہوا دنیا سے جائے۔ یہ ہے نشانِ مردِ مومن...... چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

قرآن کریم کے پیش نظر دل کی تطہیر ہے کہ وہ جذبات اور احساسات کا مرکز ہے۔

قرآن کریم کھلتا ہی سورہ فاتحہ سے ہے جو ایک عبدِ مجبور کی فریاد ہے اور باقی قرآن اُس فریاد کا جواب ہے۔

قرآن کریم پوری زندگی کو عبادت بنا دیتا ہے کہ ہر انسانی عمل دعا سے شروع ہوتا اور دعا پر ختم ہوتا ہے اور دعا مغزِ عبادت ہے۔

قرآن کریم صداقت و دیانت کا داعی، برکتوں اور فضیلتوں کا حامل اور ارتقاء و اتقاء کا ضامن ہے۔

قرآن کریم نے ذہنِ انسانی کو روشنی، فکرِ انسانی کو رفعت اور قلبِ انسانی کو عفت عطا کی۔

قرآن کریم کو دیکھنا سعادت، اس کو پڑھنا عبادت اور اس پر عمل کرنا عظمت ہے۔

قرآن کریم واحد کتاب جو علم، تعلیم اور تعمیل تینوں کا بیک وقت تقاضا کرتی ہے۔

قرآن کریم سے مطالب کی گرہیں کھلتی، ذہن کے عقدے حل ہوتے، عقیدت نکھرتی اور عقیدے سنورتے ہیں۔

قرآن کریم نے اُخروی تابانیوں کی بنیاد، دنیاوی تقدس پر رکھی ہے۔

قرآن کریم قلم قلم اور قرآنِ ناطق ﷺ قدم قدم، اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں، نوعِ انسانی کی میراث اور تاریخ انسانی کی امانت ہیں۔

قرآن کریم چونکہ اللہ کا کلام ہے اس لیے تمام مخلوق کا کلام مل کر بھی اس سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔

قرآن کریم حفظِ الٰہی کے جلو میں وقت کی ہر کروٹ، دل کی ہر دھڑکن اور ذہن کے ہر تقاضے کا ساتھ بھی دے رہا ہے اور مُسکت جواب بھی۔

قرآن کریم خدائی منشور ہے، اسے چھوڑ کر انسانی ضابطوں پر چلنے والا، قرآن دشمن ہے۔

قرآن کریم انسان کے عمل کو صلاحیت اور فکر کو صالحیت عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم روشنی ہے، روشنی اپنی دلیل آپ ہے۔ اُسے خود کو واضح کرنے کے لیے کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

قرآن کریم کی روشنی کا مقصود، سفر کی سلامتی، منزل کا حصول اور ذات کی تکمیل ہے۔

قرآن کریم نے انسان کو جینے کا قرینہ ہی نہیں، مرنے کا سلیقہ بھی عطا کیا ہے۔

قرآن کریم چونکہ بہ ہر اعتبار مکمل ہے اس لیے آخری ہے اور اسی لیے اس کے بعد کسی اور ہدایت کی ضرورت نہیں۔

قرآن کریم کے مفاہیم، زمانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ نت نئے انداز سے ابھرتے اور نکھرتے ہیں۔

قرآن کریم کی قرأت نے سوزِ نوا کو نئے نئے آہنگ دیے اور وہ فردوسِ گوش بھی ہیں اور نشاطِ روح بھی۔

قرآن کریم روحانی اور جسمانی بیماریوں کے لیے وجہِ شفا اور اسرار و معانی کا ایک لازوال خزینہ ہے۔

قرآن کریم وہ عظیم نعمت ہے جس سے انسان کی مادی زندگی پُر بہار اور روحانی زندگی پُر انوار ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم بیک وقت علم اور عبادت کا ایک حسین امتزاج۔ علم بہ ہر اعتبار معتبر اور عبادت بہ ہر نوع وجہِ شفاعت۔

قرآن کریم کتاب زندہ ہے اور اپنے جملہ حاملین و متبعین کے لیے پیغام زندگی ہے۔

قرآن کریم وہ کتابِ صدق و صفا جو...... ہزار سجدے سے دیتی ہے آدمی کو نجات۔

قرآن کریم جس مبارک شب کو نازل ہوا اس شب کا استغفار دلیلِ مغفرت ٹھہرا۔

قرآن کریم جانِ ایمان بھی ہے اور جزا و سزا کے سلسلے میں ایک حقیقت نما میزان بھی۔

قرآن کریم کی تفہیم، صاحب قرآن ﷺ کے گفتار و کردار سے روشنی لے کر نکھرتی ہے کہ...... اک اک ادا ہے آپ کی آیاتِ بیّنات۔

قرآن کریم کو سیکھنے سکھانے والے لوگ بہترین ہیں اور قرآن سے بیگانہ انسان، ویران گھر کی طرح ہیں۔

قرآن کریم بہارِ بے خزاں ہے اس لیے اس کے نغمے فصلِ گل و لالہ کے محتاج نہیں۔

قرآن کریم کی اعجاز آفرینیاں قائم و دائم تب تک، جب تک سورج چمکتا اور چاند دمکتا ہے، بلبل چہکتا اور پھول مہکتا ہے، دل دھڑکتا اور جذبہ مچلتا ہے۔

قرآن کریم قیامت تک پھیلنے والے علوم کا منبع و ماخذ اور اِس دارِ غرور اور اُس دارِ سرور کے تمام تقاضوں کو محیط۔

قرآن کریم دائمی فضیلت اور ابدی عظمت کی حامل 'الکتاب' ہے، محض کتاب نہیں۔

قرآن کریم نے بصارت اور بصیرت دونوں کو اپنی تجلیوں سے نوازا۔ بصارت کا تعلق محسوسات سے اور بصیرت کا معقولات سے۔

قرآن کریم سرگرداں عقل کو منزل کی آسودگی عطا کرتا ہے۔ منزلِ جاناں نظر میں ہو تو گزرگاہِ زندگی تابندہ ہو جایا کرتی ہے۔

قرآن کریم کا لفظ لفظ، نقطہ نقطہ اور شوشہ شوشہ، دلائل و براہین کا بحرِ زخار ہے۔

قرآن کریم کی قرأت کا سوز، انقلاب آفرین ہے۔

قرآن کریم دبی ہوئی خیر کو ابھارنے اور ابھارے رکھنے کی ایک رحیمانہ اور حکیمانہ کوشش ہے۔

قرآن کریم ذکر ہے، ذکر فراموشی کی ضد ہے اور مقصود یہ ہے کہ ہدایت ذہن میں محفوظ بھی رہے اور دل کے نہاں خانوں میں حاضر و ناظر بھی۔

قرآن کریم نے بے مقصد زندگی کو مقصد کی لگن عطا کی، بھٹکے ہوؤں کو حرم کا راستہ دکھایا اور آبلہ پا مسافروں کو منزل کا خنک سایہ عطا کیا۔

قرآن کریم زندگی کا محور بن جائے تو حق و باطل، نور و ظلمت، کفر و ایمان اور ذکر و نسیان کا امتیاز نصیب ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم عیارِ کامل ہے، حق نما پرکھ اور ایک جہت نما چراغ ہے۔

قرآن کریم تاریکیوں کے دبیز پردوں کو پھاڑ کر، نورِ سحر لاتا ہے۔

قرآن کریم موجوداتِ عالم پر غور و فکر کے ذریعے انسانی سوچ کو اُلوہی سچ تک لے جاتا ہے۔

قرآن کریم کی عطا کردہ فکر کی رُو سے، ذوق، جستجو اور محبت کے مرحلے کبھی ختم نہیں ہوتے، بلکہ ہر منزل، نشانِ منزل بن جاتی ہے۔

قرآن کریم کے اوراق میں ہر دور کی ہر انسانی فکر کے لیے رہ نما اشارے موجود ہیں۔

قرآن کریم اور صاحبِ قرآن ﷺ، دونوں ایک عالمانہ اور شاعرانہ ماحول میں ابھرے اور اُن کا کلام ہر دور میں ایک چیلنج بنا رہا۔

قرآن کریم کی تلاوت اپنے اندر عبادت کی حلاوت اور ربانی قربت کی سعادت لیے ہوئے ہے۔

قرآن کریم کے کئی نام ہیں اور ہر نام، بلاغت کی روح اور فکر و نظر کی کہکشاں ہے۔

قرآن کریم اپنا تعارف خود ہے وہ مُرسِل اور مُرسَل کی رفعت، حیثیت اور حقیقت کا بھی تعارف کراتا چلا جاتا ہے۔

قرآن کریم ظلمت سے اعلان جنگ کرتا ہے کہ وہ سراسر روشنی ہے۔

ہمارا تیرگی سے کوئی سمجھوتا نہیں ممکن
نظر محدود ہوتی تو چراغاں ہم بھی کر لیتے

قرآن کریم نعمت ہے کہ وہ محبوبِ حقیقی سے ہم کلامی کا ایک تقدس آمیز ذریعہ ہے۔

قرآن کریم انسان کو ہر بھولی ہوئی بھلائی یاد دلاتا ہے کہ انسان سراپا نسیان ہے اور وہ سراسر ''ذکر'' ہے۔

قرآن کریم حق اور باطل کی پرکھ کے لیے ایک بہترین کسوٹی ہے کہ وہ سراسر ''الفرقان'' ہے۔

قرآن کریم فضیلتوں اور سعادتوں کا خزانہ ہے کہ وہ سراسر ''المھیمن'' ہے۔

قرآن کریم نیکیوں اور برکتوں کا منبع ومرکز ہے کہ وہ سراسر ''المبارک'' ہے۔

قرآن کریم معاصی کی آلودگیوں سے لتھڑی ہوئی پژمردہ روحوں کے لیے پیغامِ حیات ہے کہ وہ سراسر ''الروح'' ہے۔

قرآن کریم ایک ذاتِ بلندوبرتر کی جانب سے نازل ہونے والا غالب اور عزت والا کلام ہے۔

قرآن کریم غوروتدبر کی بار بار دعوت دیتا ہے کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی نشانیوں سے مستنیر ومنور ہے۔

قرآن کریم کی ایک آیت کو صبح سویرے سمجھ کے پڑھنا، سو رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔

قرآن کریم کی آیات نشانِ عبرت بھی ہیں درسِ نصیحت بھی، برہانِ بہترین بھی ہیں اور صداقتِ دل نشین بھی۔

قرآن کریم سے قرب، دلیلِ ایمان اور قرآن سے بُعد، ضعفِ ایمان کی علامت ہے۔

قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور عربی نہ سیکھنا خود کو دین کے فہم سے کنارہ کش کرلینا ہے۔

قرآن کریم ایک پُرجلال خطاب ہے اور صاحبِ قرآن ﷺ ایک عظیم ترین خطیب۔

قرآن کریم کے خطیبانہ کیف سے لطف اندوز ہونا، عربی زبان کی شناسائی کے بغیر ممکن نہیں۔

قرآن کریم کے اسرار و لطائف، صاحبِ قرآن ﷺ نے سمجھائے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ حکمت کو بھی لازم کیا گیا تھا۔

قرآن کریم کی قرأت یوں ہونی چاہیے جیسے وہ خود قلبِ قاری پر نازل ہو رہا ہے، بجز اس کے...... گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف۔

قرآن کریم انسان کی بے سمت زندگی کو خاص جہت عطا کر کے، خود اُسے جہت نما بنا دیتا ہے۔

قرآن کریم انسان کی سوچ کو سچائی، فکر کو رعنائی، ذہن کو رسائی، روح کو زیبائی اور دل کو بینائی عطا کر کے اُسے ایک چلتا پھرتا مبلغ بنا دیتا ہے۔

قرآن کریم سے بے تعلقی ہو تو ذہنی کانٹے، دنیاوی زندگی کو خارزار اور فکری الجھنیں، قلبی فضاؤں کو ریگ زار بنا دیتی ہیں۔

قرآن کریم کی طرف جوشوق سے بڑھتا ہے یہ خود انوار کا ہالہ بن کر اس کا احاطہ کر لیتا ہے۔

قرآن کریم معیارِ حق ہے کہ اس نے باطل کی دھجیاں فضائے عالم میں بکھیر دی ہیں۔

قرآن کریم کے ایک ایک لفظ نے فکرِ انسانی کو تقدس کا ایک نیا انداز اور تہذیبِ انسانی کو پاکیزگی کا ایک نیا رخ عطا کیا۔

قرآن کریم کے علوم و عجائب اور اسرار و غوامض کا کھوج لگانے سے کہیں زیادہ قرآنی ہدایات کی روشنی میں ذاتی اصلاح مطلوب ہے۔

قرآن کریم کی منتقلی حروف والفاظ کے بجائے صوت وصدا کے ذریعے اس لیے ہوتی ہے کہ تحریر ہر لمحہ تصرف کی زد میں رہتی ہے۔

قرآن کریم	قاری کو خود آگہی عطا کرتا ہے کہ وہ خدا آگاہی کی پہلی منزل ہے......
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا۔

قرآن کریم	کے تمسّک ہی میں امتِ مسلمہ کی سرفرازی اور سربلندی مضمر ہے۔

قرآن کریم	کو گلدستۂ طاقِ نسیاں بنا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ انقلاب آفرین مسلمان، خود انقلابِ زمانہ کی زد میں زار و زبوں ہیں۔

قرآن کریم	پر تدبر سے ایمان اُبھرتا اور سنتِ رسول ﷺ کو اپنانے سے ایمان نکھرتا ہے۔

قرآن کریم	جس منزل کا پتا دیتا ہے وہ سعادتوں کی انتہائی رفعت کا دوسرا نام ہے۔

قرآن کریم	انوار و برکات کا منبع و ماخذ ہے گویا انوار اسی سے لیے جا سکتے اور برکات اسی سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

قرآن کریم	کے لفظوں سے فرار اور محض ترجمے پر اکتفا، خود کو قرآن کے حقیقی انوار سے محروم کر لینا ہے۔

قرآن کریم	نے ہدایت فرمائی کہ اُسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اور صاحبِ قرآن ﷺ نے فرمایا کہ جو تلاوت میں اپنی آواز کو عمدہ نہ بنائے۔ وہ ہم میں سے نہیں۔

قرآن کریم	کی تذکیر و تعلیم، از روئے حدیث، مشک کی اُس تھیلی کے مانند، جس سے ہر لحظہ خوشبو نکلتی، بکھرتی اور گرد و پیش کو معطر کرتی چلی جاتی ہے۔

قرآن کریم	کی تفہیم و تعمیل سے رفتار سنبھلتی، گفتار سنورتی اور کردار کی عظمت نکھرتی ہے۔

قرآن کریم	کا ہر نقطہ، ایک نکتہ، ہر نکتہ اک صحیفہ، ہر حرف، حرفِ آخر، ہر قول، قولِ فیصل اور ہر نقش، نقشِ فطرت ہے۔

فاش اک اک حرف سے لاکھوں رموزِ کائنات

قرآن کریم کی ہدایات وقتی اور ہنگامی ہوتے ہوئے بھی، اپنے اندر آفاقی تاب وتب لیے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کو تحریف و ترمیم کا کوئی خدشہ نہیں کیوں کہ قرآن کا محافظ ہر آن بیدار ہے، نقب وہاں لگتی ہے جہاں محافظ غافل ہو۔

قرآن کریم کی تفہیم نے جان کو پہچان اور پہچان کو عرفان کی دولت عطا کی۔

قرآن کریم بابرکت کتاب ہے جو فوز وفلاح اور تنویر و تعمیل کی دنیا میں حسن بن کر لَو دے رہی ہے۔

قرآن کریم کو ''روح'' سے اسی لیے تعبیر کیا گیا کہ اس سے افسردہ دلوں کو کیف ونشاط اور عروقِ مردہ کو خونِ حیات ملتا ہے۔

قرآن کریم سراجِ منیر ہے اور ہمیں اس سے روشنی لے کر کائنات کی ظلمتوں کو اُجالنا ہے۔

قرآن کریم دستورِ ہدایت، دست آویز رحمت اور منشورِ شفاعت ہے۔

قرآن کریم گزرے ہوئے کل کو محض عبرت کے طور پر پیش کرتا ہے، زور ''آج'' پر دیتا ہے کہ یہ سنور جائے تو آنے والا کل خود بخود نکھر جاتا ہے۔

قرآن کریم بُرجِ قدیم سے ابھرنے والا وہ آفتاب ہے جو سب سے پہلے دلوں ہی کے افق پر چمکتا ہے۔

قرآن کریم وہ دیوار ہے جس کے سائے میں ہر آبلہ پا ستا سکتا اور جس کے ساتھ ہر دکھتی ہوئی کمر ٹیک لگا سکتی ہے۔

قرآن کریم کا محض سننا بھی وجہِ ہدایت اور باعث ایمان بن جاتا ہے بہ شرطے کہ طلب خالص ہو۔

قرآن کریم دورِ حاضر کی درندگی کو انسانی تابندگی عطا کر سکتا ہے کہ آج کا انسان روح کا قاتل ہے اور جسم کے مقتل میں کھڑا ہے۔

قرآن کریم آج بھی جہت نما اور منزل نشاں ہے صرف ٹوٹے ہوئے تعلق کو جوڑنے اور بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم سے لَو لگا کر دیکھیے کہ اس کی قرأت کیسے سعادت بنتی اور اس پر عمل کیسے کرامت بنتا ہے؟

قرآن کریم سے رابطے کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ آج کا مسلمان بحیثیت ملت، فرقہ فرقہ اور پارہ پارہ ہے اور

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
تھا جس کا انتظار یہ وہ سحر تو نہیں

قرآن کریم کے احکام کی تعمیل کے بغیر تبلیغ ایک بے معنی لفظ ہے کہ جذبۂ عمل افسردہ ہو جائے تو علم خود بیمار و سقیم ہو جایا کرتا ہے۔ عمل خوشبو ہے اور ہوا کا ہر جھونکا اس کا پیغام بر۔

قرآن کریم کی تعلیمات سے عمل کا رشتہ کمزور ہوا تو قومیت کی روح پژمردگی کا شکار ہوگئی کہ درخت سے وابستگی ہی شاخ کی زندگی ہے۔

قرآن کریم کی موجودگی میں، اگر مسلم امہ شکستہ ناخن بھی ہے اور سوختہ پر بھی، بے در بھی ہے اور بے گھر بھی اور دوسری طرف کا فرستم گر بھی ہے اور خود سر بھی۔ تو یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے......سوچیے اور سوچ میں کھو جائیے۔

قرآن کریم اشاراتی انداز میں جملہ علوم و معارف اور اسرار و رموز کے بارے میں رہ نما اصول دیتا ہے۔

قرآن کریم تسخیرِ کائنات اور تسخیرِ قلوب میں ایک حسین امتزاج قائم کرتا اور اس توازن کو انسانی عظمت قرار دیتا ہے۔

قرآن کریم کی رُو سے چاند کے سینے پر گامزن ہونا اور دلوں کے دروازوں پر دستک نہ دینا، انسانی تنزل کی علامت ہے۔

قرآن کریم ازل کے مصور کا نقشِ قلم بھی ہے اور فطرت کے ماتھے کا خطِّ جمیل بھی۔

قرآن کریم نبضِ تقدس بھی ہے اور روحِ حرم بھی

قرآن کریم حرم کے افق کا ایک عظیم آفتاب ہے۔

قرآن کریم رسالت کی منزل کا سنگ میل ہے۔

قرآن کریم حکمت وموعظت اور رشد و ہدایت کا ایک الوہی صحیفہ ہے۔

قرآن کریم کتابِ نعت ہے کہ اس میں اُس دیارِ ناز کی قسم کھائی گئی جو محمد ﷺ کا مسکن ہے۔

قرآن کریم میں حقیقتیں، اسلوب وادا کے بہترین پیرائے میں لَو دے رہی ہیں۔

قرآن کریم کا مقصد تزکیہ ہے کہ فضائیں انسان کی رفتار، گفتار اور کردار کے تقدس کی قسم کھائیں۔

قرآن کریم اپنے عدیم المثال پیرایۂ موعظت کو شاعری کہنے سے اِبا کرتا ہے۔

قرآن کریم کی ملہمانہ تاثیر سنگ وحشت کے سینے میں تیرِ نیم کش بن کر ترازو ہوتی رہی ہے۔

قرآن کریم کا ربّانی تاثر ذہن کو قائل اور دل کو گھائل کرتا چلا جاتا ہے۔

قرآن کریم صدق وصفا کا آئینہ ہے اور صداقت بہرکیف باطل سے ٹکرایا کرتی ہے۔

قرآن کریم ایک آسمانی ارمغاں ہے، بہرنوع اجمل، بہراعتبار اکمل اور بہرطور احسن۔

قرآن کریم نقیبِ سحر ہے اسی لیے وہ ظلمتوں سے سمجھوتا نہیں کرتا۔

تابانیٔ سحر کے تقدس پہ رکھ نظر
شامل ہے اس میں چاند ستاروں کی زندگی

قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے والا، نہ غلط بول سکتا ہے، نہ غلط دیکھ سکتا ہے اور نہ غلط سُن سکتا ہے۔

قرآن کریم مقصدی ادب کی ایک ایسی سماوی دستاویز ہے جس کا ایک ایک لفظ، اپنے اپنے مقام پر نگینہ ہے۔

قرآن کریم اس ذاتِ برحق کا کلام ہے جس نے خود انسان کو زبان اور زبان کو بیان کی لطافت عطا کی۔

قرآن کریم کے لسانی ایجاز اور معنوی اعجاز کے سامنے سر جھک تو سکتے ہیں، اٹھ نہیں سکتے۔

قرآن کریم خود شناسی سے خدا شناسی تک کا ایک مدبرانہ سفر ہے۔

قرآن کریم رب حکیم وعلیم نے رمضان میں لیلتہ القدر کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا، پھر ۲۳ برس میں حسبِ ضرورت نجماً نجماً نازل ہوتا اور دلوں کے زنگ آلود آئینوں کو مجلّٰی کرتا رہا۔

قرآن کریم پر غور وفکر سے جملہ شکوک یوں ختم ہو جاتے ہیں۔ جیسے آفتاب کی پہلی کرن شب کے اندھیروں کو نگل جاتی ہے کہ...... تیرگی میں نور کا اک سلسلہ قرآن ہے۔

قرآن کریم کے حسنِ مخارج کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ ہکلاہٹ اور تتلاہٹ بھی اس کی تلاوت کے دوران میں رواں دواں رہتی ہے۔ بیانِ حسن خود بہ خود حسنِ بیان کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔

قرآن کریم میں رشد و ہدایت، بشارت و نذارت، اور فصاحت و بلاغت ایک تکمیلی حسن کے ساتھ جلوہ گر ہے، جبکہ ہر انسانی تخلیق میں ادھورے پن کے دکھ موجود ہوتے ہیں اور.....کوئی شہکارِ فن تکمیل کا دعویٰ نہیں کرتا۔

قرآن کریم ایک بات کو سو رنگ سے باندھتا ہے مگر ہر رنگ کا آہنگ اپنے اندر ایک نیا ہی ڈھنگ لیے ہوئے ہے، نتیجہ معلوم کہ تکرار کیف و قرار بن کر قلب و نظر کو اپنے ہالے میں لے لیتی ہے اور یوں لگتا ہے کہ......
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو۔

قرآن کریم الوہی علوم و معارف اور آسمانی عجائب و غرائب کا ایک دل آویز مرقع، چراغِ راہ، شمعِ ہدیٰ، نجمِ نور......اور سیرتِ رسول ﷺ......قرآن کا ترجمہ ہے، عمل کی زبان میں، گویا......قرآن اور سنت دونوں لازم و ملزوم اور دونوں بہ ہر نوع محفوظ و مامون۔

قرآن کریم نے تحصیلِ علم پر زور دے کر اور یہ کہہ کر کہ ''تمہارے لیے اللہ نے زمین و آسمان مسخر کر دیے ہیں'' سائنسی تحقیق اور تسخیرِ فطرت کے ایوان وا کیے۔ نتیجہ معلوم کہ آج انسان کے ذوقِ تسخیرِ فطرت کے سامنے، عناصر کا قلب و جگر کانپ رہا ہے اور ستارے لرز رہے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ تو مہِ کامل بننے کو ہے۔

قرآن کریم محض کتابِ ثواب نہیں بلکہ کتابِ انقلاب ہے۔ لازم ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے پھر اس کی نورانی کرنوں سے خود کو منور کیا جائے اور جہاں جہاں تاریکی ہے، وہاں وہاں انہیں پہنچایا جائے۔

قرآن کریم کے الفاظ میں برکت، تلاوت میں سکینت، معانی میں ہدایت اور اس پر عمل پیرا ہونے میں سعادت ہے۔

قرآن کریم حق ہے، اللہ کی ذات بھی حق، اُسی ذات کے مانند، یہ پنہاں بھی ہے پیدا بھی، زندہ بھی ہے، پائندہ بھی۔

قرآن کریم نے ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن اور اس کی تعلیمات ہی اللہ کی رسی ہیں اور اُسے تھامنا ان پر عمل پیرا ہونا ہے کہ مومن کی دنیاوی اور اُخروی فوز و فلاح حبل اللہ ہی سے وابستگی میں ہے۔

قرآن کریم کی فصیحانہ عظمتوں کے سامنے لبید بن ربیعہ عامری نے قبولِ اسلام کے بعد، شاعری ترک کر دی، حالانکہ اُن کی شعری دل پذیریوں کے سامنے فرزدق ایسا عظیم عربی شاعر بے ساختہ سجدہ ریز ہو جایا کرتا تھا۔

قرآن کریم صحابہ کرامؓ کا تذکرہ محبت بھری شان کے ساتھ کرتا ہے، ہم اللہ کی رضا جوئی کے لیے ترس ترس رہے ہیں جب کہ صحابہؓ کے لیے خود محبوب اپنی چاہت وقف کیے ہوئے ہے۔

قرآن کریم بیانِ حسن ہے، انسان مرقعٔ جمال، کائنات مظہرِ جمال، رسولِ اکرم ﷺ اکمل و اجمل اور اللہ تعالیٰ منبعٔ جمال و کمال ...... ہر لحظہ نئی شان سے جلوہ گر...... پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں۔

قرآن کریم نے بار بار انسان کو عقل و شعور سے کام لینے کی ترغیب دی ہے تا کہ قول و عمل بصیرتوں کے ترجمان ہوں اور انسان بہرا، گونگا، اندھا اور بے وقوف بن کر زندگی بسر نہ کرے۔ یہاں قدم قدم سنبھلنا ہے، لڑکھڑانا نہیں کہ یہ...... رہِ ہستی ہے مے خانہ نہیں ہے۔

قرآن کریم عبادالرحمٰن کی یہ خوبی بیان کرتا ہے کہ ان کا ایمان، خوش اعتقادی کے ساتھ ساتھ عقل و شعور کی معراج کا مظہر ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے علوم و معارف اور بصائر و عبر کے بوقلموں، پہلوؤں پر، ہر عہد میں اہل قلم اور اہل فکر نے اپنے اپنے ظرف و ذوق کے مطابق اس قدر تحریری مواد مہیا کیا ہے کہ محض اس کی فہرست کے لیے بھی کئی دفتر مطلوب ہیں، سینے اور سفینے محدود اور بحر بے کراں۔

قرآن کریم تاریخی واقعات کے انھی پہلوؤں کو بیان کرتا ہے جن کا تعلق رشد و ہدایت سے ہے اور مقصود یہ ہے کہ گرے ہوئے دل و دماغ، سماوی رفعتوں کو چھو کر، بالا بلند ہو جائیں۔

قرآن کریم صوتی انداز میں نازل ہوا، حفظ و کتابت نے اسے تحریفِ لفظی سے اور سنت رسول ﷺ کے تحفظ نے اسے تحریفِ معنوی سے محفوظ رکھا۔ یوں...... ہر لفظ جاوداں ہے خدا کی کتاب کا۔

قرآن کریم کے ہر سورہ کی ہر آیت سورہ کا جزو ہوتے ہوئے بھی اکمل ہے اور الگ الگ بھی مکمل و جامع۔

قرآن کریم کی رو سے ایمانِ کامل عبارت ہے مکمل توکل کے ساتھ، اس امر پر ایمان سے کہ ہر خیر و شر سراسر حکمتِ الٰہیہ کے تحت ہے۔

قرآن کریم اپنی تمام تر فصیحانہ دل پذیریوں کے باوجود شاعری نہیں اور صاحبِ قرآن ﷺ افصح العرب ہوتے ہوئے بھی شاعر نہیں۔

قرآن کریم کی آیات کو عروض و بحور کی مناسبت سے آنکنا، ان میں رنگِ شعر ڈھونڈنے کی ایک لاشعوری کاوش ہے۔

قرآن کریم کی سورت ''کوثر'' جب سخن سنجانِ حجاز کے سامنے تلاوت کی گئی تو وہ بیک زبان کہہ اٹھے کہ یہ زمین تو آسمان سے آئی معلوم ہوتی ہے۔

قرآن کریم مشاہدے پر زور دیتا اور نگاہوں کے ذریعے دل کے ایوان کھولتا چلا جاتا ہے ۔

ہے ذرّہ ذرّہ آئنہ دارِ جمالِ یار
گوشہ اُلٹ کے دیکھ مژہ کی نقاب کا

قرآن کریم میں کہیں کوئی فکری خلا بھی نہیں ہے کہ اُسے لفظی حسن سے پُر کرنے کی سعی کی گئی ہو۔

قرآن کریم میں صوری جمال اور معنوی کمال کا ایک بے نظیر اور دل آویز امتزاج ہے۔

قرآن کریم یوں لگتا ہے کہ ایک تختۂ چمن کھلا ہوا ہے اور رنگا رنگ پھول شاخِ گفتار سے ٹوٹتے، بکھرتے، نکھرتے، اور تہی دامنوں کو بھرتے چلے جاتے ہیں۔

قرآن کریم ہر اعتبار سے مطہر ہے کہ وقتِ نزول اور دورانِ سماعت میں، شیاطین قریب بھی نہیں پھٹک سکتے تھے۔

قرآن کریم حقیقت کے پیرہن میں مسکرانے والا حسن ہے اور یہی وہ حسن ہے جسے زوال نہیں ہے۔

قرآن کریم ایک ایسی فصاحت ہے کہ بلاغت اس کے جلو میں رواں دواں رہتی ہے۔

قرآن کریم خدا ساختہ ہے خود ساختہ نہیں یہ کتابِ مبین بھی ہے اور حق الیقین بھی۔

قرآن کریم ایک ایسی میزان ہے جس کی تول اور جس کے نتائج میں شک کا شائبہ بھی نہیں۔

قرآن کریم برہانِ قاطع اور عیارِ کامل ہے۔

قرآن کریم کی حیات آفرین تعلیم نے جسمانی، فکری، قلبی اور روحانی کائنات کو رنگ ونور کی نظر افروز کہکشاں بنا دیا۔

قرآن کریم منشورِ زندگی ہونے کے ساتھ ساتھ دستورِ بندگی بھی ہے کہ بندگی ہی میں زندگی کی عظمت ہے۔

قرآن کریم کا عکسِ جمیل، صاحبِ قرآن ﷺ کا اُسوہ ہے اور وہی پیرایۂ حیات، سرمایۂ نجات ہے۔

قرآن کریم کو سحر کہنا، خود کہنے والے کے اپنے قصورِ فہم وفکر کا واضح اظہار ہے۔

قرآن کریم کے ربانی اسلوب اور فطری تاثر نے ادیبوں کو حیران، شاعروں کو ششدر، خطیبوں کو گنگ اور رجز خوانوں کو عاجز کر کے رکھ دیا اور ایک آیت کا جواب بھی اُن سے ممکن نہ ہو سکا۔

قرآن کریم کا اول و آخر تک یکساں نوعیت کا رواں دواں بلیغانہ اسلوب، اس کی ملہمانہ حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

قرآن کریم کی ترتیب ہو بہو وہی ہے جو مرسلِ امین اور مخبرِ صدیق نے اُسے دی اور اُسی ترتیب کے عین مطابق یہ سفینوں میں بھی موجود ہے اور سینوں میں بھی محفوظ۔

قرآن کریم کی لسانی تاب وتب کا قیام و دوام اعجاز بھی ہے اور خود اس کے تحفظ کی دلیل بھی۔

قرآن کریم کی ہر آیت ربانی عظمتوں اور لسانی فصاحتوں کا اظہار ہے، یہاں تک کہ آیات کی تکرار سے بھی مفاہیم نکھرتے اور بصائر بکھرتے چلے جاتے ہیں جب کہ انسانی کلام میں لفظی تکرار عیب بن جاتی ہے۔

قرآن کریم نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے انتہائی آسان اور معرفت کے متلاشیوں کے لیے ایک بحرِ زخّار ہے۔

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ سمندر سیاہی اور درخت قلم بن جائیں تب بھی اسرار و رموزِ حق حیطۂ تحریر میں نہیں آ سکتے، حق یہی ہے کہ ؎

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہم چناں در اولِ وصف تو ماندہ ایم

قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل سے دنیاوی زندگی عبادت بن جاتی ہے اور یہی عبادت اُخروی سرخ روئی کا پیش خیمہ ہے۔

قرآن کریم حیاتِ انسانی کے ہر پہلو میں ''اخلاص'' کا طلب گار ہے اور صاحب قرآن ﷺ کے مطابق اخلاص کا حسن یہ ہے کہ ہم ہر لمحہ اللہ کو دیکھ رہے ہیں، ورنہ وہ تو حاضر و ناظر ہے ہی، پہلی کیفیت، جذب اور دوسری سلوک کی مظہر ہے۔

قرآن کریم سوچ کو پرِ پرواز عطا کرتا ہے، اسے سنانے والے اور سننے والے اپنی اپنی سوچ کے مطابق سچائیاں چنتے ہیں کہ علم اور فہم کے مطابق تدبر اور تفکر کی اڑانیں محدود بھی ہوتی ہیں اور لامحدود بھی۔

قرآن کریم حقیقی تدبر کا طلب گار ہے اور وہی تدبر قابلِ قدر ہے جو قول و فعل میں ہم آہنگی پیدا کر کے نگاہوں کو دل بدلنے کی صلاحیت عطا کر جائے۔

قرآن کریم قلب و نظر کو انوار کی کہکشاں پہلے بناتا ہے اور پھر باطنی ضیائیں، ظاہر کو رنگ و نور عطا کرتی ہیں یوں غازۂ جاں کی بدولت چہرہ گُل گوں ہو جاتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں...... قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن۔

قرآن کریم ہر نوع کے شکوک وشبہات سے پاک ہے اور اس کے بارے میں شک، ایمان کو تہ وبالا کر کے رکھ دیتا ہے۔ شک اور یقین کی یک جائی ناممکن ہے کہ، جو ذہن کے ساحل سے گزرتا ہے گماں ہے...... اور...... جو دل کے سمندر سے ابھرتا ہے یقیں ہے۔

قرآن کریم کتابِ ہدایت ہے کہ وہ سیدھا راستہ بتھاتی بھی ہے سمجھاتی بھی۔ اس راستے پر چلاتی بھی ہے اور منزل تک لے جاتی بھی۔ سفر بہ ہر کیف ایک سفر اور انسان بہ ہر عنوان ایک راہی اور ہدایت کے بغیر وہ نہ رہ نشیں ہے نہ راہی۔

قرآن کریم کی دعوت پوری انسانیت کے لیے ہے اگر کائنات کا کوئی گوشہ تاریکی میں ہے تو کوتاہی مسلمانوں کی ہے اور دعوتِ حق میں کوتاہی کتمانِ حق کے مترادف ہے۔

قرآن کریم انسانیت کو حکمت، موعظت اور محبت سے راہِ راست کی طرف لاتا ہے اور...... محبت کے گلوں کو کھل کے مرجھانا نہیں آتا۔

قرآن کریم کے ساتھ ساتھ صاحبِ قرآن ﷺ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ، خلوت وجلوت کا ایک ایک رخ، رزم وبزم کا ایک ایک انداز اور تبلیغ وتلقین کا ایک ایک پیرایہ، تاریخی صداقت کے طور پر محفوظ ہے۔

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے مختلف ناموں سے پکارا، ہر نام لفظی اور معنوی اعتبار سے اپنے اندر محاسن کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے۔

قرآن کریم کے اسماء پر جوں جوں غور کریں، خبر کو نظر کی رفعت اور علم کو عرفان کی عظمت ملتی چلی جاتی ہے۔

قرآن کریم تجلّیوں کا سینائے معرفت ہے۔

قرآنِ کریم انسانی سوچ کو اس قدر ارفع اور اعلیٰ بنا دیتا ہے کہ ہنگامی آزمائشوں کا تصور، اس میں تکدر پیدا نہیں کرتا۔

قرآنِ کریم ذہن میں اِس سوچ کو غالب کر دیتا ہے کہ اگر سر دے کر محبوب راضی ہو جائے تو سودا سستا ہے مہنگا نہیں۔

قرآنِ کریم نے ہر غم کو، غمِ جاناں بنانے کا سلیقہ عطا کیا ہے۔

قرآنِ کریم کے مضامین انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اسی لیے یہ زندگی کے نشیب و فراز میں بہترین رہ نما ہے۔

قرآنِ کریم فصاحت و بلاغت کا ایک ایسا عظیم شہ پارہ ہے جو پُر مغز ہونے کے ساتھ ساتھ پُر کیف بھی ہے اور فکر انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ انقلاب انگیز بھی۔

قرآنِ کریم رشد و ہدایت کا وہ کمال ہے جو خود کسی زمانے کا پابند نہیں بلکہ ہر زمانہ اس کا محتاج ہے۔

قرآنِ کریم دینی، اخلاقی، فکری اور علمی ارتقاء کی آخری کڑی کے طور پر نازل ہوا ہے۔

قرآنِ کریم مجموعۂ خیر ہے کہ جب کائنات فتنوں کی آماج گاہ، مصائب کا مرکز اور بحث و جدال کا میدان بن جائے گی تب یہ خیر و برکت کا عظیم ذریعہ ثابت ہوگا۔

قرآنِ کریم کے فیض سے سوچ، سچ کا عکس بنتی، آرزو، حق کی جستجو کے لیے وقف رہتی اور زبان، ابہام کے زیاں سے بچی رہتی ہے۔

قرآنِ کریم کا راستہ واضح اور اس کی تعلیم غیر مشکوک ہے اور اس کا تدبر تا ابد فکر و نظر کو رفعتیں عطا کرتا رہے گا۔

قرآن کریم کے بارے میں صاحبِ قرآن ﷺ نے فرمایا ''قرآن مجید کو چمڑے میں بند کر دیا جائے، پھر اس کو آگ میں ڈالا جائے تو وہ جلے گا نہیں۔''

قرآن کریم کے فیض سے جس شخص کا سینہ انوار کا مدینہ ہے وہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

قرآن کریم کے متعلقین، روزِ حشر کی جاں گداز تمازتوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں ہوں گے۔

قرآن کریم کا ماخذ، علم الٰہی کی اکملیت ہے کہ وہ علم ابدی، قطعی اور دائمی ہے، اس میں کوئی تدریجی ارتقاء نہیں۔

قرآن کریم کی ہر بات حتمی ہے، اس کا ہر امر مقامِ تکمیل سے ابھرتا اور انسانی تعمیل سے نکھرتا ہے۔

قرآن کریم کا لفظ لفظ، اپنے حقیقی مرکز سے قلبِ محمد ﷺ تک مکمل صحت، سلامتی اور تحفظ کے ساتھ پہنچا ہے۔

قرآن کریم نے افہام و تفہیم کے لیے کہیں بھی فلسفیانہ انداز بیان اختیار نہیں کیا، اس کا طرزِ استدلال عین فطری ہے۔

قرآن کریم مشاہداتِ فطرت کو انسان کے روبرو کر کے اس کے تدبر کو مہمیز کرتا ہے کہ وہ دیکھتا کیوں نہیں، دیکھتا ہے تو سمجھتا کیوں نہیں۔

قرآن کریم کے سوا اور کوئی کتابِ ہدایت ایسی نہیں جس کا طرزِ تفہیم اس قدر واضح، فطری اور دل نشین ہو۔

قرآن کریم جذبۂ ایمان کی بالیدگی ہے اس کا حرف حرف روح کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔

قرآن کریم انوارِ ربانی کی جلوہ گاہ ہے اور دلِ مومن حرا کی خلوتوں کا امین۔

قرآن کریم عدل اور اعتدال کا درس دیتا ہے۔عدل زندگی کو اتقاء بخشتا اور اعتدال جمالیاتی دل پذیری عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم قرأت کے ساتھ ساتھ عمل کا مطالبہ بھی کرتا ہے کہ عمل، علم کا جمال اور مداومت، عمل کا کمال ہے۔

قرآن کریم نہ تو علمِ بیان و بدیع کی کوئی آسمانی تصنیف ہے، نہ فلسفیانہ مباحث کا کوئی الوہی تذکرہ، نہ سائنسی علوم وفنون کا کوئی ربانی مخزن اور نہ جغرافیائی حقائق کی کوئی خدائی دست آویز، بلکہ ہر نوعیت سے ایک کتابِ ہدایت ہے۔

قرآن کریم اپنے ہر رخ، ہر انداز اور ہر پیرائے سے ہدایت کا سرچشمہ ہے اور آرزومند کہ انسان اپنے آپ کو یوں سنوارے کہ ابدی سعادتیں اس کو اپنے جلو میں لے لیں۔

قرآن کریم مقصودِ حقیقی تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے کہ منطق، شاعری، سائنس اور جغرافیہ سے نہ بیمار تندرست ہوتا ہے نہ پیاسا سیراب۔

قرآن کریم کی نگرانی اور رہ نمائی میں چلنے والے مسافر کا نہ قدم بھٹکتا ہے نہ خیال بہکتا ہے اور نہ سفر کھوٹا ہوتا ہے بلکہ خود منزل اس کا استقبال کرتی ہے۔

قرآن کریم نے صاحبِ قرآن ﷺ کا ایک ایسا واضح اور شفاف عکس پیش کر دیا ہے کہ قاری اس اجمال سے خود ایک تفصیل مرتب کر سکتا ہے......
وہی اول، وہی آخر، وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ۔

قرآن کریم نے اپنی تنزیل کے لیے انھیں منتخب کیا، جن کا دل مرکزِ انوارِ انبیاء، جبیں، لوحِ عرشِ کبریا اور چہرہ رخِ جمالِ الٰہی کا آئینہ ہے۔

قرآن کریم کا اولین مخاطب وہ وجود اجمل واکمل ہے، جس کے تجمل سے چاند تارے تابانیوں کی بھیک لیتے رہے۔

قرآن کریم اُن کے ذریعے ہم تک پہنچا، جن کا خرامِ ناز عرب کی ریت کو ریشم کا لوچ عطا کرتا رہا۔

قرآن کریم کی قرأت نے ان لبوں کو شرف بخشا، جن کے تبسم سے کلیوں نے مسکرانا سیکھا۔

قرآن کریم نے انھیں صاحبِ قرآن بنایا جن کے آستانِ ناز پر سکوت ہی تکلّمِ بلیغ کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم دارین کی فلاح کا زریں نصاب ہونے کے ساتھ ساتھ ثنائے رب العالمین بھی ہے اور نعتِ رحمتہ للعالمین بھی...... یٰسین و طٰہٰ ان کی ثناہی کے باب ہیں۔(ﷺ)

قرآن کریم کی رو سے جملہ ہادی ایک ہی سلسلۃ الذہب کی دل آویز کڑیاں، ایک ہی نظامِ شمسی کی روشن کہکشائیں اور رنگ و بو کے ایک ہی قافلے کے ممتاز راہی ہیں۔

قرآن کریم کا اتباع اور محمدﷺ کی اطاعت ہی صراطِ مستقیم ہے اور باقی تمام راستے ٹیڑھے ہیں اور راہی کج رَو۔

قرآن کریم اقراء کا فخر، حرا کا ناز اور انشراحِ قلبِ محمدﷺ کا بیّن اظہار ہے۔

قرآن کریم رمز آشنائے حیات و ممات بھی ہے اور لوحِ جبینِ وقت پر حرفِ نجات بھی۔

قرآن کریم اُس انکسار کو ابھارتا ہے جس کا افتخار عرش کی رفعتوں کو چھو لیتا ہے۔

قرآن کریم کا پیغام انتہائی واضح اور قابلِ عمل ہے کہ بندگی اللہ تعالیٰ کی، نمائندگی رسول اللہﷺ کی اور خیر خواہی خلق خدا کی۔

قرآن کریم نفس کو روح کے تابع کر دینا چاہتا ہے تاکہ نفسانی خواہشات، روحانی ترفع میں ڈھل کر بہار آفرین ہو جائیں۔

قرآن کریم دراصل بندے کے قلبی اضطراب، اس کی روحانی تڑپ اور نگاہوں کی تمنا کا الہامی جواب ہے۔

قرآن کریم بالعموم سب کے لیے اور بالخصوص متقین کے لیے وجہِ ہدایت ہے کہ بارانِ رحمت سے کہیں لالہ وگل مسکراتے ہیں اور کہیں سبزہ انگڑائیاں لیتا ہے۔

قرآن کریم کائنات سے خلیفۃ اللہ کا تعارف کراتا ہے کہ دنیائے رنگ و بو اسی احسنِ تقویم کے لیے آراستہ و پیراستہ ہے۔

قرآن کریم نسخۂ کیمیا ہے اور دل کی ہر بیماری کے لیے شفائے کامل کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم نور ہے اور ظلمت بے وجود کہ وہ نام ہے روشنی کے نہ ہونے کا۔ ؎

ظلمتوں کو فروغ پانے دو
اور چمکے گی منزلِ جاناں

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے اور اس دعوے کی دلیل صاحبِ قرآن ﷺ کا وجودِ پاک ہے۔

قرآن کریم جس مومن کا مقصودِ نظر اور کعبۂ مراد ہو، یومِ حشر، نور کا ہالہ اس مومن کو اپنے حصار میں رکھے گا۔

قرآن کریم حرا سے حرم تک اور حرم سے چار دانگ عالم تک پہنچا اور اب تا قیامت یہ نور اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ جگمگ جگمگ کرتا رہے گا۔

قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے اور ایک ابدی معجزہ بھی جب کہ پہلے جملہ آسمانی صحائف محض وقتی دستور العمل تھے۔

قرآن کریم کی روشنی میں جس کارواں نے بھی سفر آغاز کیا، منزلیں خود اُس کارواں کے قدم لینے کے لیے بے تاب رہیں۔

قرآن کریم واضح کررہا ہے کہ عمل اور دعا کا وقت نزولِ بلا سے پہلے ہوتا ہے اس کے بعد رضا کا مقام ہے۔

قرآن کریم پیامِ نور ہی نہیں۔ راہِ نور کی پہچان بھی ہے اور منزلِ نور کی واضح نشان دہی بھی۔

قرآن کریم ہم سے اتقاء کا طلب گار ہے اور اتقاء کے لیے لازم ہے کہ قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ سے محبت ہو، یہ محبت سراسر اطاعت کے گرد گھومے اور اس محبت کے مقابل، ذات و کائنات کی ہر محبت ہیچ ہو۔

قرآن کریم بحرِ بے کراں ہے۔ اس میں غوطہ زن تو سبھی ہیں مگر تہہ سے کوئی کیا لاتا ہے اور کسی کو کیا ملتا ہے، اس کا انحصار، غوطہ زن کے ظرف اور عطا کرنے والے کی نگہِ کرم پر ہے۔ ؎

ضمیرِ صدف میں کرن کا مقام
انوکھے انوکھے ٹھکانے ترے

قرآن کریم نے یقین دلایا ہے کہ اللہ، شہ رگ سے بھی قریب ہے، صرف دورانِ عبادت ہی میں نہیں بلکہ ہر لحظہ ہمارا نگران اور ......اس نگرانی میں بے راہ روی کیسی؟

قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ خالق بھی ہے، رب بھی اور حاکم بھی اس لیے زندگی کے ہر میدان میں حکم بھی اسی کا چلے گا......حکم راں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری۔

قرآن کریم کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان دین کو پہلے خود پر نافذ کرے، مکمل طور پر، پھر اس چاندنی کو وہاں وہاں لے جائے جہاں جہاں اندھیرا ہے۔

قرآن کریم چاہتا ہے کہ مسلمان پیدائشی اور قانونی مسلمان نہ رہے بلکہ اخلاقی مسلمان بن جائے کہ خوش اخلاقی ایک خوشبو ہے جو گردوپیش کو مہکاتی چلی جاتی ہے۔

قرآن کریم رہبانیت کو پسند نہیں کرتا، کہ دین، دنیا کے لیے آیا ہے، جنگلوں اور غاروں کے لیے نہیں۔

قرآن کریم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور حقوق میں کسی کو شریک کرنا ہی شرک ہے۔ شرک، ظلم ہے اور ظلم نام ہے بجا کو بے جا بنا دینے کا۔

قرآن کریم راہ روکو منزل کا حسن دور سے دکھا تو دیتا ہے مگر شمعِ دل ربا تک پہنچنے کا اختیار پروانے پر چھوڑ دیتا ہے۔

کم ہی نکلے آشنا سوزِ درونِ شمع سے
دیکھنے میں تو سبھی عشاق پروانے لگے

قرآن کریم کی تلاوت، صاحبِ قرآن ﷺ سے تعلقِ خاطر کے بغیر دلوں کا نور نہیں بنتی۔

قرآن کریم ہی وہ درماں ہے جس سے ہر درد، دور ہوتا اور ہر دکھ سکھ کا سانچا بن جاتا ہے۔

قرآن کریم کی قرأت، قرأت کے بعد تفہیم، تفہیم کے بعد عمل، یوں قاری خود چلتا پھرتا قرآن بن جاتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم، تفہیم اور تعمیل کی بدولت قرونِ اولیٰ میں ایک نیا زمانہ ابھرا اور نئے صبح و شام پیدا ہوئے، اسی کا نام انقلاب ہے۔

قرآن کریم دلوں میں ایک اللہ کا خوف ابھار کر، انہیں ہر خوف سے بے خوف بنا دینا چاہتا ہے۔

قرآن کریم متقین کے لیے ہدایت ہے اور متقی وہ ہے جسے ایمان کی حلاوت نے مہکا اور اللہ کے خوف نے لرزا رکھا ہو۔

قرآن کریم ایک ایسا مصحفِ ہدایت ہے جو اپنے انوار سے ظلماتِ کہسار کو وادیٔ ایمن بنا سکتا اور خارزاروں میں گل وگلزار کھلا سکتا ہے۔

قرآن کریم نے عربی زبان کو بھی آفاقیت عطا کر کے اس کی لسانی حیثیت اور ادبی وقعت کو وقتی تغیرات سے بے نیاز کر دیا۔

قرآن کریم نے کائنات کی معاشرتی قدروں، تہذیبی اصولوں اور ادبی سانچوں کو بدل کر رکھ دیا۔

قرآن کریم نے زندگیوں کو تقدس کے انوار دیے، اعمال کو پاکیزگی کا جمال عطا کیا اور افکار کو فلک پیمائی کی صلاحیتیں بخشیں۔ ؎

مرے دل میں چمکتے ستارے
مرے اندر بھی گویا آسماں ہے

قرآن کریم سے تاریخ کو نیا موڑ ملا، وقت کا بہاؤ یکسر بدل گیا اور قلب ونظر یوں منقلب ہوئے کہ...... حیرت شکستہ آئینے لائی خراج کو۔

قرآن کریم اور صاحبِ قرآن ﷺ کی شخصیت دنیائے قدیم اور دنیائے جدید کے درمیان ایک کڑی اور واسطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ سرچشمۂ وحی کے اعتبار سے قدیم اور اس کی روح کے اعتبار سے جدید۔

قرآن کریم نے قلب کو فکر کا مرکز قرار دیا ہے۔ یہ وہ مرحلۂ شوق ہے کہ نظارے آواز بن جاتے ہیں اور آوازیں، تصویریں بن کر دیوارِ ابد کی آرائش کا سامان کرتی ہیں۔

قرآن کریم فی الواقع کتابِ زندہ ہے اور حاملینِ قرآن اگر سانس لینے والے مردے ہیں تو وجہ یہی ہے کہ انھوں نے اس کتابِ زندہ سے رموزِ زندگی نہیں لیے۔

قرآن کریم رہتی دنیا تک کے لیے رہ نما ہے کہ مرسَل ہر دور کی ہر ضرورت سے آگاہ ہے اور مرسَل ﷺ کا اسوۂ پاک قرآن کی عملی تعبیر۔

صفت اُن کی بیان کرتا ہے خالق آپ قرآں میں

قرآن کریم اور صاحب قرآن ﷺ کے اطوار، بہ ہر کیف محفوظ، نہ قرآن کا کوئی رخ دھندلایا نہ شریعت کا کوئی انداز مرجھایا۔ دونوں سنگینیٔ گردشِ ایام پر خندہ زن۔

قرآن کریم میں زندگی کے بنیادی امور کے متعلق اصولی رہ نمائی موجود ہے تا کہ اجتہاد کے ذریعے اہلِ دانش ہر دور کے ہر لحظہ بدلتے تقاضوں سے عہدہ برا ہو سکیں۔

قرآن کریم کے انوار یوں جگمگائے اور بزمِ رسالت ﷺ کی قندیل یوں چمکی کہ ہر تاریکی، اجالے کے لیے اسی طرف لپکنے لگی...... اور...... دنیا کی محفلوں کے دیے سارے بجھ گئے۔

قرآن کریم کے عجائب غیر مختتم اور غرائب لا انتہا ہیں اور صغیر و کبیر اس محیطِ بے کراں کی سطحِ آب پر تیرنے والے بلبلے ہیں۔

قرآن کریم جن کے سینوں میں محفوظ ہے وہ دنیا میں بھی معزز ہیں اور آخرت میں بھی سرخ رُو اور ان کے متعلقین بھی عنایاتِ ربانی کے مستحق۔

قرآن کریم کے اوراق، قیامت کے نزدیک اٹھا لیے جائیں گے مگر حافظ، قرآن پڑھتا جائے گا اور جنت کی رفعتیں سر کرتا چلا جائے گا۔

قرآن کریم کے عالموں، حافظوں اور قاریوں کے سینے، الفاظ و مطالب کے ساتھ، قرآن کے محافظ ہیں، تحریر و تسوید تو ایک اضافی بات ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت، اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے اور ہم کلامی تقرب کا ایک اعلیٰ مقام ہے۔

قرآن کریم دنیا میں استغنا اور آخرت میں شفاعت کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ قیامت کی تمازتوں میں قرآن سے بڑھ کر کوئی اور شفیع نہیں ہے۔

قرآن کریم جس کے دل میں جلوہ گر ہے، اُس کا جسم لحد کی ہر کلفت سے محفوظ رہے گا اور روزِ حشر وہ سایۂ خدائے ذوالجلال میں ہوگا۔

قرآن کریم کی درست تلاوت کرنے پر، اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلے ستر نیکیاں عطا فرمائیں گے اور یہ تلاوت عرش کے سوا ہر شے سے افضل سمجھی جائے گی۔

قرآن کریم جس گھر میں پڑھا جائے از روئے حدیث وہ آسمان والوں کو یوں دکھائی دیتا ہے جیسے زمین والوں کو ستارے دکھائی دیتے ہیں۔

قرآن کریم کو، اول سے آخر تک، پڑھنے والے کی مغفرت کے لیے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں، فرمایا: صاحبِ قرآن ﷺ نے......

قرآن کریم کی ایک آیت، کسی کو بلا اجرت پڑھائی جائے تو روزِ حشر وہ آیت معلم کے چہرے پر لہلہاتی اور مسکراتی رہے گی۔

قرآن کریم کو حفظ کرنے والے کے والدین کے لیے جنت کے دو انمول لباس اور نور کا تاج ہوگا اور حافظ کی شفاعت سے دس اہلِ خانہ جہنم سے آزاد ہو جائیں گے۔

قرآن کریم کو حسین آواز سے پڑھا جائے کہ آواز کا حسن، قرآن کا زیور ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران میں، خوف وخشیت اور حزن وملال کا طاری ہو جانا، دلِ دردمند کی علامت ہے اور آنسو دل کے درد کا بے ساختہ اظہار ہیں، جو آنکھ دنیا میں خشیتِ الٰہی کی وجہ سے روتی ہے۔ وہ آخرت میں عذاب سے محفوظ رہے گی۔

قرآن کریم بہ ہر نوع ایک مکمل دستورِ زندگی، ترمیم، تحریف اور اضافے سے بہ ہر کیف بے نیاز، لمحۂ فکریہ ہے کہ آج یہ اصولِ زندگی، یہ آئینۂ آفاق کیوں......سنہرا سا اک نقش ہے طاق کا۔

قرآن کریم سراپا نصیحت، گم رہوں کے لیے ہدایت، بیمار روحوں کے لیے شفا، ہر بات روشن اور واضح۔

قرآن کریم مومن کے ہر عمل کو حق و باطل کا معیار قرار دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ مومن کی فراست اور بصیرت سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

قرآن کریم کی رُو سے، مومن کا ہر عمل، اسوۂ رسول ﷺ کا عکس ہوتا ہے اور اُس کی خاکِ پا اسی لیے اکسیر ہے اور اسی لیے......رُخِ پُر نور پر اس کے فدا انجم کی تابانی۔

قرآن کریم تدبّرِ کائنات کے ذریعے تسخیرِ کائنات کے دروازے کھولتا ہے۔ نتیجہ معلوم

مرے ذوقِ تسخیرِ فطرت کے آگے
عناصر کا قلب و جگر کانپتا ہے

قرآن کریم میں فکر و نظر کے کیف آفرین زاویے بھی ہیں اور محبت کے ولولہ انگیز نسخے بھی، شرط عمل کی ہے کہ علم، عمل کے بغیر ایک لفظ ہے بے معنی، ایک جسم سے بے روح اور ایک خاکہ ہے بے رنگ۔

قرآن کریم سے وابستگی ہی دورِ حاضر کو شبہات کی تاریکیوں اور شہوات کی ضلالتوں سے بچا سکتی ہے۔

قرآن کریم دنیاوی گمراہی اور اُخروی رسوائی سے بچاتا ہے کہ وہ حبل اللہ بھی ہے اور عروۃ الوثقیٰ بھی۔

قرآن کریم کی آیات نے جنّات کے دل بدلے اور وہ اپنی قوم کے لیے منذرین بن کر دوڑے اور ہم کہ ہمارے دل پتھروں سے بھی سخت ہو گئے ہیں کہ اُن سے بھی چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

اک سنگ ہے یہ دل ترے سینے میں ہم نفس
اک سنگ ہے کہ جس میں شرارہ کوئی نہیں

قرآن کریم کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہے اور ترتیل نام ہے حروف کی تجوید اور وقوف کی معرفت کا۔

قرآن کریم کے لیے قاری کے دل میں محبت کا جذبہ بھی ہونا چاہیے کہ وہ محبوبِ حقیقی کا مکتوبِ دل آویز ہے۔ خشیت بھی ہونی چاہیے کہ وہ احکم الحاکمین کا فرمان ہے جو عزتیں عطا کرتا اور ذلتیں مسلط کرتا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران میں ستارے لرز لرز کر پلکوں سے دامن میں گرتے رہیں تو سبحان اللہ! ورنہ بہ تکلف رونے کی سعی کرنا چاہیے کہ محبّ، محبوب کے حضور میں آنسوؤں ہی سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔

آنسو چھلک پڑے تو مری لاج رہ گئی
اظہارِ غم کا ورنہ سلیقہ نہ تھا مجھے

قرآن کریم اپنے سیکھنے اور سکھانے والوں کے لیے موجبِ فضیلت ہے اور ایسے اشخاص کے دل انوارِ نبوت سے اور جبینیں علومِ نبوت سے جگمگا اُٹھتی ہیں۔

قرآن کریم ہی میں مشغول رہنے والے کو بن مانگے وہ کچھ مل جاتا ہے، جو مانگنے والوں کے نصیب میں بھی نہیں ہوتا، کلام بھی افضل اور اس کا اجر بھی افضل۔

قرآن کریم جھگڑالو نوعیت کا واحد شفیع ہے جو اپنے قاری کے لیے، اُس بارگاہِ پُرجلال سے بیش بہا نعمتیں لے کر رہے گا جہاں کسی کو بھی دم مارنے کا یارا نہیں۔ اس کی شفاعت بھی قبول، جھگڑا بھی تسلیم۔

قرآن کریم تفصیلی اور اجمالی اعتبار سے، ہر جمال و کمال پر افضیلت رکھتا ہے، حُسن کا کوئی انداز ہو، طلب کو کوئی آہنگ ہو اور چاہت کا کوئی زاویہ ہو...... گل چینِ بہار او، ز داماں گلہ دارد۔

قرآن کریم کو رواں دواں پڑھنے والے سے کہیں زیادہ اجر کا مستحق ہے، اُسے اٹک اٹک کر پڑھنے والا، کہ اس انداز میں طلب اور محبت کی ایک دنیا آباد ہے۔

قرآن کریم نکتہ سنج ذہنوں کے لیے عجائب و دقائق کا ایک بے مثال خزانہ ہے۔

قرآن کریم مشک، عبیر اور عنبر سے بھی کہیں زیادہ خوشبوؤں کا مرکز و منبع ہے۔ مشامِ جاں کو معطر و معنبر رکھتا ہے۔ پھول بھی موجود اور خوشبو کا سفر بھی جاری، یہی وہ خوشبو ہے جسے محسوس بھی کیا جا سکتا ہے اور چھوا بھی۔

قرآن کریم کا پڑھنا، افضل العبادات ہے...... آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قرآن کریم کو پڑھنے والا اگر کما حقہٗ، درست نہ پڑھ سکے تو فرشتے خود اس کی قرأت کو درست کر کے، بارگاہِ ناز میں پیش کر دیتے ہیں...... ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔

قرآن کریم کلام اللہ ہے اور اس کے قاری کی طرف خود اللہ تعالیٰ کان لگائے متوجہ رہتے ہیں، گویا قرآن خود محبوب کو محبّ کے لیے سراپا التفات بنا دیتا ہے...... حُسن کو یوں ہم نے پابندِ وفا دیکھا نہ تھا۔

قرآن کریم نعم البدل ہے اُن تمام آسمانی کتابوں کا، جو پہلے زمانوں میں قابل اعتبار بھی تھیں اور قابلِ اتباع بھی۔

قرآن کریم نام ہے اُس تحریر کا جو بار بار پڑھی جاتی ہے خود قرآن میں اس کے کئی اور صفاتی نام بھی ہیں اور ہر نام معنویت کے اعتبار سے اس قدر جامع ہے کہ کوئی اور کتاب اس کے مقابل نہیں آ سکتی۔

قرآن کریم کو القرآن کہنے سے یہ کتاب اس تخصص کی حامل بن جاتی ہے کہ اسی میں قرأت کا تسلسل، تکاثر اور تواتر پایا جاتا ہے۔

قرآن کریم نجماً نجماً نازل ہوا تا کہ ہولے ہولے دلوں کو تقویت، روحوں کو سکنیت اور عمل کو صلابت ملتی رہے اور دین کا رنگ پختہ تر ہوتا چلا جائے۔

قرآن کریم کا اندازِ بیان اپنے اندر حقیقت اور واقعیّت لیے ہوئے ہے، بیانِ حُسن ہے، حُسن بیان کے ساتھ اور اسلوب و ادا کے جملہ محاسن، بہ طریق احسن جلوہ گر ہیں۔

قرآن کریم نہ شعر ہے نہ نثر بلکہ موسیقیت اور موزونیت کے سانچے میں ڈھلا ہوا، ایک منفرد اسلوب ہے نازل کرنے والے کی طرح بہ ہر اعتبار یکتا اور بے مثال۔

قرآن کریم کی چلتی پھرتی تفسیر، نبیٔ پاک ﷺ ہیں، مگر...... ہیچ سورت نہ مثلِ صورت اُو...... کوئی ایک سورت نہیں۔ تمام سورتیں باہم ملتی ہیں تب نبوت کا وقار اور اعتبار نکھرتا ہے کہ آپ ﷺ فی الواقع مجسّمِ صحیفۂ صداقتِ ازل ہیں۔

قرآن کریم حرمِ کعبہ کی طرح حرم دل کو بھی لات ومنات سے پاک کرنا اور رکھنا چاہتا ہے، مگر ہم نے حریم دل کو بے شمار بتوں سے سجا رکھا ہے، بت پتھر ہی کے نہیں، ہوا و ہوس کے بھی ہوا کرتے ہیں۔

قرآن کریم ہدایت کو حکمت کے ساتھ اور بصیرت کو برہان کے ساتھ سنوار اور نکھار کر، قلب ونظر اور ہوش وخرد شکار کرتا چلا جاتا ہے۔

قرآن کریم الفاظ اور مفہوم دونوں الوہی، احادیث...... مفہوم ربانی، لفظ نبوی، دونوں کے اسلوب وادا میں واضح فرق، مگر ہیں دونوں کلام واجب الاذعان۔

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور ساری مخلوق مل کر بھی، نہ اللہ کے مقابل آ سکتی ہے نہ اللہ کے کلام کے۔ قرآن صوری اور معنوی اعتبار سے اعجاز ہے، قرآن اپنی اس جامعیت کو آیت اور برہان سے تعبیر کرتا ہے۔

قرآن کریم میں تفہیمِ مطالب کے لیے کھائی جانے قسمیں اپنے اندر حسنِ استدلال کی ایک دنیا لیے ہوئے ہیں۔ تصور چھلکتا اور تعبیریں انگڑائی لیتی محسوس ہوتی ہیں۔

قرآن کریم آفرینش کی ابتدا سے لے کر اختتام تک کے پھلنے، پھولنے اور پھیلنے والے جملہ علوم کا سرچشمہ ہے۔ بصائر ومعارف ہیں کہ ہر دور کے انکشافات کی وسعتوں اور رفعتوں کو راستہ دکھا رہے ہیں۔

قرآن کریم کے اندازِ بیان کا حسن اور قرأت کی نغمگی، معانی ومطالب نہ سمجھنے والے کو بھی از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ بات سمجھ میں آ جائے تو یہی از خود رفتگی، سوز وگداز کی عظمتوں کا پیشِ خیمہ بن جاتی ہے۔

قرآن کریم کی معجز بیانی کے سامنے، ساری دنیا کو گونگا کہنے والے، خود گونگے بن کر رہ گئے اور عرب وعجم کے فصحا وبلغاء کے سر بھی جھک گئے اور دل بھی اور قرآن سر چڑھ کر بولتا رہا اور بول رہا ہے۔

قرآن کریم صنعتِ لف ونشر مرتب کا ایک بہترین مرقع ہے۔ سورۂ فاتحہ اجمال ہے اور باقی قرآن اس اجمال کی دل آویز تفصیل۔

قرآن کریم پر تدبر کا حکم اسی لیے ہے کہ یہ ایک چھپا ہوا خزانہ ہے، جملہ مخلوق غور وخوض کرتی رہے، حکمت کے جواہر سے دامن بھرتی رہے یہ معدن پھر بھی معمور رہے گا......سر چشمہ فصاحت کا، بلاغت کا سمندر۔

قرآن کریم ہی کی وجہ سے قومیں ستاروں پر بھی کمندیں ڈالتی ہیں اور قعرِ ندلت میں بھی گرتی ہیں۔ اس سے عملی وابستگی میں عظمت اور اسے زینت طاقِ نسیاں بنادینے میں ذلت ہے۔

قرآن کریم حقائق ومعارف اور تاریخی حکایات کا ایک خوبصورت امتزاج ہے، مقصود ذہن اور دل دونوں کو ایک ہی ادا میں رضا مند کر لینا ہے کہ یہی رضامندی روحانی ارتقا کا زینہ ہے۔

قرآن کریم کا مقصد دل کو روشن اور روح کو نورانی بنانا ہے وہ حقیقت کو حکایت سے ہم آہنگ کرتا چلاجاتا ہے، تاکہ موعظت، یبوست سے بچی رہے اور بات، دل میں تراز و ہوجائے۔

قرآن کریم روزِ حشر اپنے اُن قاریوں کے بارے میں شاہد بنے گا، جن کے دل کا گداز، آنسو بن کر اس کے اوراق تر کرتا رہا تھا اور...... بہ وقتِ شہادت، جنؓ کے ماتھے سے پھوٹنے والا خون بہتے بہتے اس آیت پر رک گیا تھا'' فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ''

قرآن کریم کے مطابق وہی اصحاب علمی اعتبار سے راسخ ہیں جو متشابہات کی تاویلات کے بجائے محکمات کے ذریعے شبہات کو یقینِ کامل تک لے جاتے ہیں، حق یہ ہے کہ شک نہ متشابہات میں ہے نہ محکمات میں۔

قرآن کریم کے نزول کا آغاز لفظ ''اقرا'' سے ہوتا ہے اور یہی وہ لفظ ہے جس کی گونج نے، غارِ حرا کے سناٹے میں، عرب کے ایک عظیم امّی کو علم کا شہر بنادیا تھا اور اُن کی زبانِ پاک کو صدق اظہار۔

قرآن کریم اُس ربانی ہدایت کے تسلسل اور آسمانی روایت کے تقدس کا تحفظ لیے ہوئے ہے جس میں کبھی انقطاع نہیں آیا گویا یہ آخری کتاب اسی پاکیزہ تسلسل کی معراج ہے۔

قرآن کریم وہ صحیفۂ صداقت ہے جس کی زیارت وجہِ سعادت، جس کی تلاوت، سببِ ہدایت، جس پر عمل دلیلِ شفاعت اور جس سے بے رخی باعثِ ضلالت ہے۔

قرآن کریم میزانِ گفتار بھی ہے۔ میزان رفتار بھی اور میزانِ کردار بھی۔ اسی میزان پر پورا اترنے والے اعمال، دنیاوی اور اُخروی افتخار کا سبب بنیں گے۔

قرآن کریم کو، قرآن نازل کرنے والے نے اُس پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری جمی ہوئی اور جس کی ثمر بار شاخیں آسمان کو چھو رہی ہیں...... حبذا حُسنِ گُلِ تر، مرحبا شانِ بہار۔

قرآن کریم کائناتِ حُسن بھی ہے اور حسنِ کائنات بھی، بیانِ جمال بھی ہے اور جمالِ بیان بھی۔ ذرے سے لے کر آفتاب تک اور قطرے سے لے کر قلزم تک، حسن ہی جلوہ گر اور انسان احسنِ تقویم گویا ہر طرف حسن کے سمندر موج زن۔

دیکھنا اے دل! نظر کی ناؤ ڈوبی جائے ہے

قرآن کریم نے دلوں کو حق آشنا کرنے کے لیے، اسلوب و ادا کا ہر رنگ اپنایا ہے، وعدہ بھی ہے وعید بھی، رمز بھی ہے استعارہ بھی، موزونیت بھی ہے موسیقیت بھی، تغزل بھی ہے تفکر بھی، جلال بھی ہے جمال بھی، ڈھنگ بھی ہے آہنگ بھی۔ اجمال بھی ہے تفصیل بھی، ایجاز بھی

ہے اعجاز بھی، منطق بھی ہے اور دلیل بھی، تشبیہ بھی اور تمثیل بھی ۔
چشمۂ انوارِ حق، نورالھدیٰ، اُم الکتاب
جس کی ضو سے ہیں درخشاں آفتاب و ماہتاب

قرآن کریم میں دعوت وارشاد کی جملہ بوقلمونیاں جلوہ گر ہیں اور مقصود ہر رنگ میں کردار سازی ہے کہ...... سیرت نہ ہو تو عارض ور خسار سب غلط۔

قرآن کریم لازوال بھی ہے، بے مثال بھی، اسے رب العالمین نے رحمتہ للعالمین (ﷺ) کے قلبِ اطہر پر روح الامین کے ذریعے نازل فرمایا، نزول کا مہینہ بھی مقدس، رات بھی افضل ترین اور وہ امت بھی خیر الامم، جس کے لیے اس کا نزول ہوا۔

قرآن کریم ایک عظیم امانت کہ اسے پہاڑ نہ اٹھا سکے مگر انسان نے اٹھالیا اگر وہ اٹھانے کا حق ادا کرے تو بہترین ورنہ بدترین۔

قرآن کریم کی تفہیم و تعمیل واحد عبادت جو اپنے اندر علمی شعور کا وفور لیے ہوئے ہے۔

قرآن کریم کی ایک سورت ''قلم'' سے معنون ہے کہ قلم عدل و خیر کا سرمایہ بھی ہے اور دردِ دل کا بے تکلف ترجمان بھی۔

قرآن کریم میں قلم کی قسم کھا کر نبوت کو دماغی خلل کہنے والوں کو سمجھایا گیا ہے کہ قلم اور تحریر سے وجود میں آنے والا پورا سرمایۂ خرد، اس امّی حکیم (ﷺ) کے ایک بول کے بھی مقابل نہیں آ سکتا کہ اُن کا ایک ایک بول سرچشمۂ معارف ہے۔

قرآن کریم میں علوم اولین و آخرین کے بارے میں اشارات، ایک بلیغانہ شان کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

قرآن کریم نے ہر دور کے ہر اندھیرے کو روشنی کا مزاج عطا کیا ہے۔

انبار ہر طرف ہیں اندھیروں کے، یہ درست
شاید یہیں ہو آبِ بقا دیکھتے چلو

قرآن کریم کو جتنا پڑھا گیا اور اس کے بارے میں جس قدر لکھا گیا، کوئی اور کتاب، خبر و نظر کے اس آفتابِ عالم تاب کے مقابل نہیں آ سکتی۔

قرآن کریم کی قیادت اور سیادت، اس گئے گزرے دور میں بھی، اپنے ماننے والوں کو دنیا کی امامت عطا کر سکتی ہے۔

قرآن کریم کو دیکھ کر پڑھنا، بغیر دیکھے پڑھنے سے کہیں زیادہ قابلِ قدر ہے کہ یوں زبان کے ساتھ ساتھ نگاہیں بھی عبادت گزار بن جاتی ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت زنگ آلود دلوں کو صیقل کر دیتی ہے اور یہ تلاوت فی الواقع جملہ عبادات میں فضیلت کی حامل ہے۔

قرآن کریم والے ہی، از روئے حدیث اللہ والے ہیں اور اللہ والوں کو نہ حزن ہوتا ہے نہ خوف، وہ طمانیت و سکینت کے ہالے میں زندگی بسر کرتے ہیں، اُن کے نیاز میں نازِ کبریائی کی جھلک ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے انوار سے منور دل، عذابِ الٰہی سے محفوظ بھی ہیں اور مامون بھی۔

قرآن کریم نورِ مبین بھی ہے، ذکرِ حکیم بھی، صراطِ مستقیم بھی اور تقربِ حق کا واحد ذریعہ بھی۔

قرآن کریم شعر نہیں، اسی لیے وہ مبالغے، غلو اور اغراق سے منزہ ہے یعنی اس کی کوئی بات نہ خلافِ حقیقت ہے نہ خلافِ عقل۔ اسی لیے وہ فکر و نظر کو تاثر کی عظمت عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم کی ہر دلیل محکم ہے تا کہ ایمان لانے والا دلیل کی بنیاد پر ایمان لائے اور گم راہ اتمامِ حجت کے بعد گمراہ ہو، دلیل، دل کو قائل کرتی ہے اور تاویل سے حقیقت بھی حکایت بن جاتی ہے۔

قرآن کریم ہر تغیر اور تبدل سے پاک اور ہر تحریف اور ہر کجی سے محفوظ ہے، باطل اسے چھو بھی نہیں سکتا کہ یہ حکیم و حمید ذاتِ بلند و برتر کا نازل کیا ہوا ہے۔

قرآن کریم میں ہر شے کا بیان ہے۔ ہر خشک و تر کا تذکرہ ہے یہ حیاتِ انسانی کے جملہ پہلوؤں کے لیے کافی اور شافی ہدایات کا مرقع ہے اس میں عوام الناس کے لیے غور و فکر کے امور بھی ہیں اور اہلِ یقین کے لیے ہدایت اور رحمت کے رموز بھی۔

قرآن کریم فرقان ہے، ایسی کتاب جو حق کو باطل سے الگ کرتی ہے، جنگوں میں جنگ بدر، عیارِ حق و باطل، دنوں میں یومِ حشر، میزانِ حق و باطل اور اشخاص میں حضرت عمرؓ معیارِ حق و باطل کہ انہیں فاروق اُس زبانِ پاک نے کہا جو فی الواقع ترجمانِ صداقت تھی۔

قرآن کریم معزز، عظیم، بابرکت، ناصح، روشن، رحمتوں کا مخزن، فضیلتوں کا منبع...... صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے۔

قرآن کریم مکتوبِ محبوبِ حقیقی ہے، جس کا حرف حرف مرکزِ بصارت اور جس کی بات بات شمعِ بصیرت ہے۔ دورانِ قرأت میں مکمل خلوت کا طلب گار رہے۔ اُسے نہ کوئی خلل گوارا ہے نہ مداخلت ؎

پلک سے روح تک بھیگا ہوا ہوں
ترا خط کھول کر بیٹھا ہوا ہوں

قرآن کریم صاحبِ قرآن ﷺ کی زبان مبارک سے جب (قبل از اسلام) خالد بن عقبہ نے سنا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھے۔ یہ ایسا شجرِ فصاحت

ہے کہ اس کا زیریں حصہ پتوں سے ڈھکا ہوا ہے اور اوپر پھلوں کی کثرت ہے۔

قرآن کریم کی تعظیم و تکریم، تعمیلِ حکمِ ربانی بھی ہے اور تقاضائے ایمانی بھی۔ ظاہری، قلبی اور عملی احترام مقصود ہے۔ تنزہ اور تقدس کے پیش نظر کفار کی سرزمین میں اسے ساتھ لے جانے سے منع فرمایا ہے، نبی پاک ﷺ نے۔

قرآن کریم بولے، تو ہر بولنے والے کی زبان پر چُپ لگ جانی چاہیے۔ آنسوؤں کو حرفِ تمنا بن جانا چاہیے۔ سر اور دل کو جھک جانا چاہیے اور انسان کو سراپا عمل ہو جانا چاہیے کہ...... خامشی بھی ایک طرزِ گفتگو ہے، دوستو!

قرآن کریم کی دولت جسے عطا ہو گئی تو اُسے کسی اور دولت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ وہ دہر کی ہر فانی محبت کو سرِ پائے استحقار سے ٹھکرا دیا کرتا ہے...... خدا تو تھا ہی بندہ بھی بے نیاز رہا۔

قرآن کریم مالکِ حقیقی کی عطا کردہ ایک نعمت اور امانت ہے اور ایک دن حساب دینا ہوگا کہ اس عطا کو کیسے برتا گیا اگر اس کے حکم کے مطابق بسر اوقات نہیں ہوئی تو یہی کفر، ظلم اور فسق ہے۔ حساب کے لیے تیار رہیے کہ...... خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار ہے۔

قرآن کریم جہدِ مسلسل کا داعی ہے یہ جاننے کو پانے، تفہیم کو تعمیل، فکر کو ذکر، خبر کو نظر اور توجیہہ کو تخلیق سے مشروط کرتا ہے۔ زندگی نام ہے پیہم تلاش و جستجو کا کہ......
کہیں تو ہوں گی بہاریں جو گلستاں میں نہیں

قرآن کریم کی رعنائی اپنے اندر بے پناہ توانائی لیے ہوئے ہے، یہ نرمی ہے مگر سنگِ وخشت کے سینے میں اتر جاتی ہے یہ دلوں کو چونکاتا اور جذبوں کو دھڑکاتا چلا جاتا ہے، یہ انفس و آفاق کو مسخر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم کی تاثیر، قلبِ انسانی کے ریشے ریشے میں یوں سما جاتی ہے......
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم۔

قرآن کریم ذکر بن کر دل کے اضطراب کو سکون عطا کرتا ہے، اسی طمانیت کو دل کی زندگی کہتے ہیں اور اس زندگی کی تابندگی کو قبر کی گہرائی بھی دھندلا نہیں سکتی اور قرآن اسی تابندگی کا ضامن ہے۔

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے
اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

قرآن کریم کی صوتی نغمگی اور معنوی گہرائی، سوزِ دل کو سازِ رگِ جاں بنا دیتی ہے۔

قرآن کریم کی بے ساختگی اپنے اندر برجستگی کا لازوال حسن لیے ہوئے ہے۔

قرآن کریم میں مذکور دعائیں اپنے اندر طلب کا سلیقہ اور جامعیت کا قرینہ لیے ہوئے ہیں، انکسار میں ایک نوع کا افتخار ہے کہ بندہ، اللہ سے ہم کلام ہے اور اللہ مائل بہ کرم...... دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے۔

قرآن کریم گزشتہ اقوام کے عروج و زوال کی تاریخ دہرا کر، یہ باور کراتا ہے کہ اطاعت کا نتیجہ امامت ہے اور سرکشی کا ہلاکت...... عصرہا پیچیدہ در آیاتِ اوست۔

قرآن کریم نے علم و حکمت کو خیرِ کثیر قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ صاحبِ قرآن ﷺ علم کا شہر ہونے کے باوصف، علم میں اضافے کے ملتمس رہتے تھے۔

قرآن کریم ہدایت ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کا علم بھی دیتا ہے، رہ روی کے سامان بھی عطا کرتا ہے، توفیقِ سفر کے ساتھ ساتھ منزل پر پہنچنے کی قوت بھی فراہم کرتا ہے۔

قرآن کریم کی ایک آیت، محض تلاوت، ثواب سو نفل، سمجھ کر تلاوت، ثواب ہزار نفل اور رمضان میں ستر گنا اضافہ۔

قرآن کریم کے بارے میں پہلے انبیائے کرام آرزو کرتے رہے کہ یہ انھیں نصیب ہو مگر...... یہ رتبۂ بلند، ملا، جس کو مل گیا۔

قرآن کریم کے ساتھ تمسک اور اقام الصلوٰۃ ہی اساسِ ایمان اور دینِ اسلام کی پہچان ہے، ان میں نظریے اور عمل کا خوبصورت امتزاج ہے۔

قرآن کریم حیاتِ انسانی کے اُن اسرار کو فاش کرتا ہے...... جو فلسفیوں سے کھل نہ سکے جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوئے۔

قرآن کریم پر ایمان رکھنے والوں کے لیے قرآن حقائق و معارف کا ایک عظیم سرچشمہ ہے۔

قرآن کریم کے قاری کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف ملتا ہے بیانِ حسن بھی، حسنِ بیان بھی اور تحسینِ حسن بھی۔

آئی تری صدا تو سماعت میں ڈھل گئے
ابھرا ترا جمال تو تارِ نظر ہوئے

قرآن کریم ہم رنگ مضامین کا مجموعہ، مگر ہر رنگ کا آہنگ جدا، تاثر سے دل پگھلتا اور تاثیر سے پورا وجود عجز و نیاز کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔

زمیں کے سر بہ فلک باسیو! حدوں میں رہو
کہ کوئی اور بھی رہتا ہے آسماں سے پرے

قرآن کریم سے وہی فیض یاب ہے جس کے دل کی دھڑکنوں میں قرآن بولتا ہو اور وہ بول اس کی بصارت اور سماعت کا حسن بن جاتے ہوں۔

قرآن کریم کے اعجاز سے دل دہلتے، پلکوں پر ستارے لرزتے اور جبینوں میں سجدے مچلتے ہیں اور بارگاہِ ربانی میں ایک سجدہ...... ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات۔

قرآن کریم قاری کو وہی کچھ دیتا ہے جس کی اُسے چاہت ہوتی ہے اور طلبِ ہدایت سے بڑھ کر کوئی اور چاہت ہے ہی نہیں۔

قرآن کریم سے اللہ کی پکار غالب اور نفس کی پکار مغلوب ہو جاتی ہے...... جو تیرا حکم، جو تیری رضا، جو تُو چاہے۔

قرآن کریم کا مطالبہ ہے کہ قاری نے جو جانا، سمجھا اور پہچانا ہے اُسے اختیار بھی کرے۔ قرآن، علم کو عمل کی آبرو بنانے کا آرزومند ہے اور لازم ہے کہ عمل کی خوشبو سے گردوپیش بھی معطر رہیں۔ تاکہ تعلیم، تعمیل اور تبلیغ تینوں کا حق ادا ہو۔

قرآن کریم دل کی بہار اور سینے کا نور بن جائے تو رنج و غم کافور ہو جایا کرتے ہیں۔

قرآن کریم جب دل میں مثالِ چمن مہکتا ہے تو ہر سانس سے خوشبو بکھر بکھر جاتی ہے۔

اے دل، درد سے خالی دل
خوشبو شرط ہے پھولوں کی

قرآن کریم پر قلبی ایمان ہو تو عمل اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اگر خلاف ہے تو ایمان محض لسانی ہے۔

منزل ترے یقین کی اس پار ہے مگر
کتنے گھنے ہیں راہ میں جنگل گمان کے

قرآن کریم کو تلاشِ حق کی نیت سے پڑھا اور سمجھا جائے تو قلبی حجابات انوار میں بدل جایا کرتے ہیں۔

قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے اللہ کی رحمت اور فرشتوں کے ہالے میں ہوتے ہیں اور اُن کا تذکرہ محفلِ ملائکہ میں اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت میں ایک ہموار تسلسل ضروری ہے کہ یہ روحانی غذا ہے اور جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ روحانی شادابی بھی ضروری ہے، یوں انسانیت ارتقا پذیر رہتی ہے جب کہ روحانی بالیدگی کے بغیر انسان ایک سانس لینے والا مردہ ہے۔

قرآن کریم کو تکرارِ آیات نے مجسم یاددہانی بنادیا ہے، ہر آیت، بھولے ہوئے محبوب کی خوبصورت نشانی ہے اور نشانی دیکھ کر یاد میں تازگی آیا کرتی ہے۔محبوب کی یاد، عبادت ہے اور عبادت کی قضا انسب نہیں۔ ؎

یاد کے قصر میں اُمید کی قندیلیں ہیں
میں نے آباد کیے درد کے صحرا کیسے

قرآن کریم قلبِ محمدﷺ سے گزرا تو اس کی حدت اور شدت، برودت میں بدل گئی ورنہ انسانی آنکھ اس کی دید سے بھی قاصر رہتی، پڑھنا اور سمجھنا تو بعد کی بات ہے۔گویا قرآن بلاتشبیہ سورج اور قلبِ محمدﷺ بلاتشبیہ چاند ہے۔

قرآن کریم الوہی ہدایات کا ایک مرقع ہے جو قدم قدم انسانی عقل کو راستہ دکھاتا ہے کیوں کہ عقلِ انسانی محدود بھی ہے اور نارسا بھی، نہ رہ نشیں ہے نہ راہی، نہ راستہ جانتی ہے اور نہ منزل پہچانتی ہے۔

قرآن کریم کی ہدایات پر عمل کا واحد ذریعہ اتباعِ رسولﷺ ہے کہ آپﷺ کی حیاتِ پاک کا ہر رخ قرآن ہی کا عکس بردار ہے اور آپﷺ کی ذاتِ گرامی قدر سب جہانوں کے لیے......اک نمونہ ہے کرم کا، عدل کا، احسان کا۔

قرآن کریم احکاماتِ الٰہی کی مکمل اطاعت کا طلب گار ہے کچھ پر عمل کرنا اور کچھ پر نہ کرنا، خود کو رسوائی اور عذاب کا مستحق ٹھہرانا ہے...... یا سراپا نالہ بن جا، یا نوا پیدا نہ کر۔

قرآن کریم روح کی غذا ہے۔تشنہ اور گرسنہ روح پریشانیوں کو جنم دیا کرتی ہے۔ زندگی کی جملہ تلخیاں، قرآن سے بیگانگت کا نتیجہ ہیں۔

قرآن کریم ہمارے حق میں حجت بھی ہے اور ہمارے خلاف مدعی بھی۔ نہ اس کی دلیل ٹالی جائے گی نہ دعویٰ جھٹلایا جائے گا۔

قرآن کریم ایک لطیف و نظیف غذا ہے روح کی کہ روح کا تعلق عالمِ بالا کی لطافتوں اور نظافتوں سے ہے۔

قرآن کریم کے احکامات سے پہلو تہی ایک جرمِ عظیم ہے جس کی سزا بھی انتہائی دردناک ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمات کو در در اور گھر گھر پہنچانے کے لیے حضور ﷺ نے وہ سر توڑ اور کمر توڑ کوشش فرمائی کہ بے ساختہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا کہ دنیا میں کوئی نبی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا میں ستایا گیا ہوں۔

قرآن کریم کو خود سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا، دین کا تقاضا بھی ہے، ہمارا فرض بھی اور قرآن کا حق بھی۔

قرآن کریم روح کی روح ہے۔ جسم کی زندگی روح سے ہے اور روح کی تابندگی قرآن سے ہے۔ بنابریں قرآن کا تحفظ بھی ضروری ہے اور تعمل بھی۔

قرآن کریم سے ہدایت ملنا شروع ہو جائے تو سراپا سپاس بھی رہنا چاہیے اور سراپا طلب بھی کیوں کہ ہدایت بھی بے نہایت ہے اور رحمت بھی بے کنار۔ نہ فخر کرنا چاہیے نہ مایوس ہونا چاہیے کہ انکسار ہی میں افتخار رہے۔

کرتے ہیں عجز جن کو خدا نے دیا ہے ظرف
شیشوں کے سر جھکے ہیں پیالوں کے سامنے

قرآن کریم سے بے تعلقی، روحانی پژمردگی اور افسردگی کا باعث ہے۔ قرآن روح کو خوراک کی سی توانائی، پانی کی سی تازگی اور ہوا کی سی آسودگی عطا کرتا ہے۔ مگر دورِ حاضر......در بدن غرق است کم داند زجاں۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو، بن مانگے ہی وہ سب کچھ مل جاتا ہے جس کی طلب اس کے نہاں خانۂ دل میں ہوتی ہے۔

قرآن کریم محبوب کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اس لیے ہے کہ یہ محبوب ہی کا بتایا ہوا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا۔ سچی محبت، محبوب کی چاہتوں میں گم ہو جانے اور خود کو بھول جانے کا نام ہے۔

قرآن کریم کے حقائق مرورِ زمانہ اور ارتقائے زمانہ ہر دو سے بے نیاز ہیں یہ اُس ذاتِ بلند و برتر کا کلام ہے جو حق ہے اور حقیقتوں کو جانتا ہی نہیں، پہچانتا بھی ہے اور جس کی نظر ازل سے ابد کو محیط ہے۔

قرآن کریم غذا ہے، دوا نہیں کہ اُسے بہ وقتِ ضرورت استعمال کیا جائے۔ زندگی کو ہر لمحہ اس کی ضرورت ہے۔......نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

قرآن کریم سے اہلِ فہم ہی نصیحت پذیر ہوں گے بہ شرطے کہ وہ غور و تدبر کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوں۔

قرآن کریم کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالنے کے لیے سعیٔ بلیغ کی ضرورت اور توفیقِ ایزدی پُر خلوص محنت کا ساتھ دیا کرتی ہے۔

قرآن کریم کا قاری ایک طرف اور جملہ مخلوق کی التجائیں ایک طرف، معطی کی عطا دونوں کے لیے برابر۔

قرآن کریم حکمت و موعظت کا سرچشمہ ہے اس سے سیراب و فیض یاب وہی دل ہوتے ہیں جن میں طلب کی رعنائی اور سوچ کی سچائی ہو۔

قرآن کریم ضوابطِ حیات کا ایک ایسا ربانی منشور ہے جو اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔

قرآن کریم بندے کو، بندوں کی خدمت کے ذریعے خدا تک پہنچاتا ہے کہ مخلوق، اللہ کا کنبہ ہے گویا بندہ موجوداتِ عالم کا عکس بردار ہے......
وہ دریا ہے، یہ قطرہ، لیکن اس قطرے میں دریا ہے۔

قرآن کریم کے سوا، کسی اور سے طلبِ ہدایت ہی اصل گُم رہی ہے۔

قرآن کریم ہمارے لیے حجت بنا رہے، ہم پر حجت نہ بنے، یہی حقیقی فوز و فلاح ہے۔

قرآن کریم دل کو ہر خوف سے بے خوف بنا دیتا ہے۔خشیتِ الٰہی سے خود عاملِ قرآن لرزتا ہے اور زمانے بھر کو لرزا دیتا ہے، خود تڑپتا بھی ہے، ایک عالم کو تڑپاتا بھی ہے۔

قرآن کریم کو پڑھیے، حصولِ ہدایت کی نیت سے، عزمِ راسخ کے ساتھ......
پھر قدم لینے کو خود آئے گی منزل۔

قرآن کریم دل کا نور ہے اور دل ہی کی وجہ سے انسان جمادات، نباتات اور حیوانات سے برتر ہے۔ وہ اللہ جس کی رفعتوں اور وسعتوں کو ارض و سما نہیں پا سکتے وہ دلِ درد آشنا میں سما جاتا ہے۔ ؎

آپ کے غم کی بدولت دونوں عالم جمع ہیں
ورنہ دل کچھ بھی نہ تھا، لے دے کے اک ویرانہ تھا

قرآن کریم سے تعلق اور موت کی یاد سے زنگ آلود دل صیقل ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم بندے کے نام، خالق کا مکتوبِ محبت ہے ؎

خط ہے یا ہے باغِ عالم کے بہار | خط ہے یا ہے ایک رنگیں لالہ زار
خط ہے یا ہے گل کا رنگیں پیرہن | یا صبا کے ہاتھ پیغامِ بہار!
سرمدی نغمہ ہے، اترا عرش سے | شہ پرِ جبریل پر ہو کے سوار

قرآن کریم کی قرأت، دورانِ نماز میں افضل، عمومی قرأت تسبیح سے افضل، تسبیح، صدقے سے افضل، صدقہ، نفلی روزے سے افضل اور روزہ دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کے لیے بہترین ڈھال۔

قرآن کریم کی تلاوت، دلوں میں گداز اور رقت پیدا کرتی ہے اور دل کا یہ گداز، آنسو بن کر بہہ نکلتا ہے اور یہ آنسو حق شناسی اور حق رسی کی واضح علامت بن جاتے ہیں۔

کچھ شانِ کریمی نے اس انداز سے تولا
بھاری ہی رہا دیدۂ تر، دامنِ تر سے

قرآن کریم کی تلاوت سے دنیاوی زندگی پُرسرور، برزخی زندگی پُرنور اور اُخروی زندگی پُرسکون بن جاتی ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت اور صاحبِ قرآن ﷺ کا ذکر اس کائنات میں ایک پیہم تسلسل کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اوقاتِ عالم کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو اس ذکر سے معمور و مستنیر نہ ہو۔

قرآن کریم خاتم الکتب ہے اور خاتمِ الامم کے لیے خاتم الانبیاء (ﷺ) پر نازل ہوا۔

قرآن کریم حال کو سنوارنے اور نکھارنے پر زور دیتا ہے اور ماضی کا ذکر بہ طور عبرت کرتا ہے کہ

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے

وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامۂ فردا!
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

قرآن کریم کے مطابق کائنات کی تخلیق اپنے اندر مقصد کی عظمت لیے ہوئے ہے، دنیا محض تفنّنِ طبع کے لیے بنایا ہوا ریت کا گھروندا نہیں کہ کہا جائے ؎

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

قرآن کریم کے مجملات کی تبیین و تشریح سنتِ رسول ﷺ ہے کہ آپ ﷺ چلتے پھرتے قرآن تھے۔

قرآن کریم احساسات و جذبات کو توازن و اعتدال عطا کرتا ہے، اسی توازن میں قلبی شائستگی مضمر ہے اور یہی شائستگی، حیاتِ انسانی کی شگفتگی کا باعث ہے۔

قرآن کریم واقعات کے جلو میں، اپنے قاری کو صاحبِ قرآن ﷺ کی محبت بھی عطا کرتا ہے اور معیّت بھی۔

قرآن کریم کی رہ نمائی وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں فہمِ انسانی آبلہ پا ہو کر دم توڑ دیتی ہے۔

قرآن کریم کی تنزیل اور ترتیب دونوں الہامی ہیں کہ وہ قلبِ رسالت مآب ﷺ پر نقش تھیں۔

قرآن کریم جمود کے بجائے علم و خبر کی چاندنی میں تدبر کا متقاضی ہے۔

قرآن کریم نے مخلوق کو خالق کے مقدس اوصاف سے آشنا کیا۔

قرآن کریم کا واحد مطالبہ یہ ہے کہ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے، زندگی عطا کرنے والے کے حضور میں، زندگی پیش کر دی جائے...... من مانی نہیں، خود سپردگی۔

قرآن کریم کی جانب ہی نہیں، ہمیں قرآن کے اندر بھی سفر کرنا ہے کہ اس بحرِ بے پایاں کی تہ میں مسرتوں اور سعادتوں کے خزانے ہمارے منتظر ہیں۔ اقبال قرآن میں غوطہ زن ہونے کی تلقین کرنے کے بعد، یہ دُعا کرتے ہیں کہ......اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

قرآن کریم طلب گار ہے کہ صرف نازل کرنے والے کی آواز، اس کے اپنے کلام میں سنی جائے......نہ اپنی، نہ کسی اور کی آواز۔

قرآن کریم کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، ایک ہمارے ہاتھ میں، اسے مضبوطی سے تھامنا ہمارا فرض ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت کا مدعا یہ ہے کہ زبان پڑھے، ذہن سوچے، دل تڑپے اور پلکوں پر ستارے لرزیں

شاخِ مژگاں کا ثمر مانگتا ہے
عشق بھی لعل و گہر مانگتا ہے

قرآن کریم کی قرأت اکمل کیفیت میں کیجیے، باوضو، قبلہ رُخ اور اوقات افضل ہوں تو بہتر۔

قرآن کریم کی قرأت خوش الحانی سے ہو مگر انداز گانے سے مشابہ نہ ہو، کہ یہ قربِ قیامت کی نشانی ہے۔

قرآن کریم سے لسانی اور قلبی تعلق استوار رکھیے، نیت کے خلوص اور ارادے کی عظمت کا پیہم جائزہ لیتے رہیے۔

قرآن کریم معاملات و تنازعات میں حکَم کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم ایک بیش بہا نعمت ہے اور اس نوازشِ خاص کا استحقاق ہمیں عطا کیا گیا......الحمدللہ۔

قرآن کریم کو سراپا ہدایت بنا دینے والا ہی، تفہیم و عمل کی توفیق عطا کیا کرتا ہے، ہمارے دل کی ہر دھڑکن کو سراپا التجا رہنا چاہیے۔

قرآن کریم حمد و ثنا کو تشکر کے سانچے میں ڈھال کر، نوازشات کے سلسلے کو لا انتہا بنا دیتا ہے۔

قرآن کریم کے آداب سے خود بھی ادب سیکھنا چاہیے اور دوسروں کو بھی ادب سکھانا چاہیے۔

قرآن کریم صحابہ کرامؓ رات کے سناٹوں میں، گریہ وزاری کے ساتھ، یوں پڑھتے تھے کہ راہ رو یوں محسوس کرتا تھا جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔

قرآن کریم کی تعلیم، اولاد کو دینا یا دلانا خود کو سعادات و انعامات کا مستحق بنا لینا ہے۔

قرآن کریم اپنے بےعمل، عالم کو فاسق و فاجر قرار دیتا ہے کہ عمل ہی علم کو عظمت عطا کرتا ہے، کتب خانے کی محض "بار برداری" گدھے ہی کو زیب دیتی ہے۔

قرآن کریم کی قرأت کے دوران میں، رحمت کی آیت طلبِ رحمت، عذاب کی آیت، استغفار، تسبیح کی آیت، حمد و ثنا اور سجدے کی آیت، سر بہ سجدہ کی متقاضی ہے۔

قرآن کریم کے اساسی اصولوں کو چھوڑ کر فروعی امور میں اُلجھنے والا فی الواقع ابلیسی ہتھکنڈوں کو دل فریب سمجھ چکا ہے۔

قرآن کریم باقی رہنے والی ذات کا یقین اور فانی امر کا احساس دلاتا ہے، ہمارے ہر عمل کا تعلق بقا سے رہنا چاہیے فنا سے نہیں۔

قرآن کریم خطاب ہے، خالقِ حقیقی کا، ایک عظیم و جلیل خطیب ﷺ کے ذریعے اور ہم مخاطب اور مخاطب سراپا گوش ہوا کرتا ہے۔

قرآن کریم قابل صد احترام بھی ہے، رفیع الشان بھی اور تقدس مآب بھی۔

قرآن کریم بیانِ حقیقت ہے، اسی لیے وہ شکوک وشبہات کے جڑ آغاز ہی میں کاٹ دیتا ہے......ذالک الکتاب لاریب فیہ۔

قرآن کریم حق ہے اور حق کا تقاضا ہے کہ اُسے من وعن تسلیم کیا جائے، جزوی انداز سے ماننا، حق کی اہانت ہے۔

قرآن کریم کو پڑھیے اور محسوسات وکیفیات کو اپنے دل کی دھڑکنوں میں شامل کرنے اور رکھنے کی کوشش کیجیے کہ یہی دل کی زندگی بھی ہے اور رخشندگی بھی۔ اہل دل، محبت کی نسبتوں کے امین ہوتے ہیں۔

قرآن کریم اعجازِ رسالت بھی ہے، سرچشمۂ بصیرت بھی اور اساسِ شریعت بھی۔

قرآن کریم کی تلاوت، قلبی ہم آہنگی کے بغیر، نہ نفع آور ہے نہ ثمر آور

اس لیے میں کر رہا ہوں صاف دل کا آئینہ
تاکہ عکس اس میں پڑھے اک صورتِ دل خواہ کا

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران میں، جب کوئی آیت دل کے تاروں کو چھو جائے تو تکرار کے ذریعے اُس کیفیت کو کیف بنانے کی سعی کیجیے۔

قرآن کریم کی لفظی تکرار، کسی نہ کسی نئے معنوی رُخ کو نکھار رہی ہوتی ہے۔

قرآن کریم کا عالم، علم وخبر اور فکر ونظر کا خزینہ ہے، قرآن ہی کے فیض سے، عرب کے صحرانشین بے مثال و یکتا بن گئے ......خبر میں، نظر میں، اذانِ سحر میں۔

قرآن کریم کی تفہیم کے دروازے سنتِ رسول ﷺ کے اتباع سے کھلتے ہیں۔

قرآن کریم کا پڑھنا ہی نہیں، سننا بھی باعثِ اجر وثواب ہے، لفظ ''سمع'' میں توجہ کی طلب بھی ہے اور عمل کی آرزو بھی۔

قرآن کریم کی آیات میں مضمر احساسات و اثرات کو ذہن کی رفعتوں سے سوچیے اور دل کی گہرائیوں میں جذب کرنے کی سعی کیجیے۔

قرآن کریم لسانی اور معنوی اعجاز کی حیثیت رکھتا ہے، عجز کی نسبت دوسروں کی طرف ہے اور اثبات کا مستحق وہ خود ہے۔

قرآن کریم سے خود پیغام وصول کیجیے، اس طرزِ تفہیم کو، زبانِ رسالت مآب ﷺ ''فقاہت'' سے تعبیر فرماتی ہے۔

قرآن کریم نو اُمور پر مشتمل ہے...... حلال، حرام، محکمات، متشابہات، بشارت، نذارت، عبر، حکایات اور امثال۔

قرآن کریم کو ذاتی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ قرآن ہی کے نقطۂ نظر سے سمجھیے اور خود کو سنواریے۔

قرآن کریم جو کہہ رہا ہے اُسے سمجھیے، ذہن کو قائل اور دل کو مائل رکھیے، اپنا نقطۂ نظر قرآن سے کہلوانے کی غلطی نہ کیجیے۔

قرآن کریم کے علوم توحید، تذکیر اور احکام کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہیں۔

قرآن کریم ایمان کی روشنی میں علمی صلاحیت اور عملی صالحیت میں ایک حسین امتزاج کا متقاضی ہے۔

قرآن کریم کی ترتیل و تفہیم کو خود تک محدود رکھنا، روشنی سے اس کا فطری حق چھیننے کے مترادف ہے۔

قرآن کریم کے احکام کی اطاعت، سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں...... ہدایتوں کے ایوان یوں کُھلتے ہیں کہ فکر و نظر کی اڑانیں ششدر رہ جاتی ہیں۔

قرآن کریم کو صحابہ کرامؓ، صاحبِ قرآن ﷺ سے، علمی اور عملی دونوں انداز سے سیکھا کرتے تھے کہ عمل کے بغیر علم ایک شاخِ بے ثمر ہے۔ یاد رکھیے،

اللہ تعالیٰ حُسن سے خوش ہیں...... کس حُسن سے، یہ بھی تو سنو، حُسنِ عمل سے۔

قرآن کریم ایک دینی، انقلابی اور جہادی دست آویز ہے جو ذات ہی کو نہیں، کائنات کو بھی یک سر بدل دیتی ہے...... اور کائنات میں انقلاب ذات لایا کرتی ہے۔

قرآن کریم ہر دورِ پُرفتن میں حفاظت، ہدایت اور رفاقت کا ضامن ہے۔

قرآن کریم سے وہی گمراہ ہوتا ہے جو الوہی بصیرتوں کو چھوڑ کر، ذاتی ہوا و ہوس کے شکنجے میں پھنسا رہتا ہے۔

قرآن کریم حکمت سے لبریز ایک یاددہانی ہے، ماضی کے لیے تھی، حال کے لیے ہے اور مستقبل کے لیے ہوگی۔

قرآن کریم زندگی مستعار کے لمحاتِ گریزاں ہی کے لیے تنبیہ و ہدایت نہیں بلکہ اس مستقبل کا بھی نقاش ہے جو دائمی ہے۔

قرآن کریم کو نہ سمجھنا اور سمجھ کر اس کے احکام پر عمل نہ کرنا، اُسے چھوڑ دینے کے مترادف ہے۔

قرآن کریم سے ہٹنے اور کٹنے کا نتیجہ اختلافات کا بھڑکنا اور اُمتِ مسلمہ کا بکھرنا ہے۔

قرآن کریم معروف کا حکم دیتا ہے کہ اچھائی انسان کی جانی پہچانی ہے مگر طاقِ نسیاں کی زینت بن چکی ہے، منکر سے روکتا ہے کہ وہ غیر مانوس ہے اس لیے اس سے اُنس بے کار ہے۔

قرآن کریم سے خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی تعظیم بھی کی جائے اور تعمیل بھی...... اور دین سراسر خیر خواہی ہے۔

قرآن کریم کے نزول کے بعد رشد و ہدایت کی ہر روشنی یوں زرد پڑ گئی جس طرح طلوعِ آفتاب کے بعد ستاروں کی ضو خود بہ خود ماند پڑ جاتی ہے۔

قرآن کریم کی آیات سے ہمارے رابطے ٹوٹتے اور اسلاف کی نورانی دنیا سے ہم کٹتے جا رہے ہیں جب کہ غیر اسی روشنی سے کرنیں لے کر نکھرتے چلے جا رہے ہیں۔

قرآن کریم کی تعلیمات فی الواقع، وجہِ فروغِ زندگی ہیں اور ہر دور انھی سے نمو اور نمود حاصل کرتا رہا ہے اور ہر عہد کے علم کو بینائی، فکر کو رسائی اور تمدن کی رعنائی انھی سے ملی ہے۔

قرآن کریم کے آثار و انوار کا عکسِ جمیل ہے، کائنات کی ہر بہار سامانی، یہی محفل تجلّی کی روشن سحر ہے اور اس سے باہر دھواں ہی دھواں۔

قرآن کریم سے جب تک عملی محبت رہی، ہم مقصودِ مہر و ماہ بنے رہے، جب عملی محبت، محض لفظی دعویٰ بن گئی تو ہم در بہ در بے آبرو ہو کر رہ گئے۔ لفظوں کی خوش نمائی اور اعمال کی سیہ دلی ...... یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری۔

O

سوچیے

روزِ حشر ہم کس عالم میں ہوں گے جب قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ دونوں اللہ تعالیٰ سے ہماری بے تعلقی کی شکایت کریں گے۔ اس سے پہلے کہ شفاعت، شکایت بنے ہمیں سنبھلنا ہے۔ نہ سنبھلے تو یوں مٹ جائیں گے جس طرح، رات کے سناٹے میں کسی بیوہ کا آنسو، اُس کی آنکھ سے ٹپکتا اور مٹی میں گُھل مل جاتا ہے۔

O